Digitized by Khilafat Library

لا اله الا الله محمد رسول الله

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ — سنہ ۱۳۵۷ ھ

ایڈیٹر علی محمد اجمیری (مولوی فاضل)

مئی سنہ ۱۹۳۸ ع — نمبر ۲

فہرست مضامین

ارشاد اللبیب الی کسر الصلیب

مولنا تاج الدین صاحب لائلپوری (مولوی فاضل)

قادیان دار الامان

Digitized by Khilafat Library

اندرون ہندوستان سالانہ ... | مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں ... | بیرون ہندوستان سے ...

کیا جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی طرف متوجہ ہوگی؟

سیدنا و مولٰنا حضرت مسیح موعود علیہ و علیٰ مطاعہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں ان کو دور کرکے دنیا کے تمام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔ اور اس غرض کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا۔ پورا کیا جائے۔ اس لئے اور اپنی دوسری اغراض کو پورا کرنے کے لئے ریویو آف ریلیجنز جاری کیا گیا ہے۔ لیکن ابتک اس رسالہ کے شائع کرنے کیلئے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدا نخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا۔ تو یہ واقعہ اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو و انگریزی کے پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت کی موجودہ تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سو اے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کیلئے ہمت کرو۔ خدا تمہارے دل میں القاء کرے۔ کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔"

ہم نے بارہا مخلصین جماعت کو ریویو اردو کی خریداری اور اسکے استحکام کی طرف توجہ دلائی۔ مگر جماعت کی توجہ اس طرف مبذول نہیں ہوسکی۔ آج پھر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء مبارک کے مطابق عرض کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے جاری کردہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے خریدار اسقدر کم ہو گئے ہیں۔ کہ ہمیں ذکر کرتے ہوئے بھی ندامت آتی ہے۔ پرانے خریداروں کے ذمہ بقایا کی رقم بھی ہے۔ کہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان ابتدائی ایام میں جماعت سے دس ہزار خریدار کا مطالبہ اور کہاں آج جبکہ خواندہ جماعت کی تعداد کم از کم دس گنا زیادہ ہو چکی ہے۔ جماعت کی عدم توجگی کے باعث ریویو کے بند ہو جانے کا تصور۔

(۱) سو آپ ریویو اردو کی خریداری قبول فرماکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم پر عمل کرنے کے علاوہ اپنے آپکو سلسلہ عالیہ کے علماء کے قلم سے ہوئے ہر موضوع پر مستقل حیثیت رکھنے والے مضامین سے مستفید کریں۔

(۲) اگر کسی وقت آپ ریویو کے خریدار تھے۔ اور آپکے ذمہ ریویو کا بقایا ہے تو اُسے جلد ادا فرمائیں۔ یہ ایک قرضہ ہے جو اخلاقاً آپکے ذمہ ہے اور بغیر ادائیگی کے آپ کسی صورت میں اس سے سُبکدوش نہیں ہو سکتے۔

(۳) اگر اللہ تعالیٰ نے آپکو توفیق دی ہے۔ تو اپنے غیر احمدی اور غیر مسلم دوستوں کے نام ریویو جاری کروا دیں۔

منیجر ریویو آف ریلیجنز اردو قادیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

Digitized by Khilafat Library

اِرْشَادُ اللَّبِیْبِ اِلٰی کَسْرِ الصَّلِیْبِ

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسئلہ صلیب مسیح علیہ السّلام کے متعلق غیر احمدی علماء کے عجیب و غریب خیالات کی تردید اور ان کے اوہام باطلہ کا ازالہ اس مضمون میں کیا گیا ہے۔ اور اسی سے دعا ہے کہ وہ اس مضمون کو مفید و نافع للنّاس بنائے۔ آمین ؛

مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی[۱] نے اپنے رسالہ شہادت القرآن حصہ اوّل میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السّلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ آپ نے صلیب کی شکل بھی نہیں دیکھی اور یہود نے آپ کو چھوا تک نہیں" (شہادت القرآن حصہ اوّل ط۲ طبع اوّل) اور اس دعویٰ کے ثبوت میں بزعم خود "چار" "دلیلیں" بیان کی ہیں ؛

قبل اس کے کہ میں مولوی صاحب کی بیان کردہ "دلائل" واہیہ کی حقیقت واضح کروں، یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ "واقعہ صلیب" "مسئلہ وفات مسیحؑ کے لئے" "بمنزلہ بنا کے" ہرگز نہیں ہے۔ اور

---

[۱] گو بظاہر مخاطب مولوی صاحب ہیں اور براہ راست انہی کے رسالہ کی فصل اوّل کا یہ جواب ہے۔ لیکن چونکہ مضمون لکھتے وقت میں نے مندرجہ ذیل کتب و رسائل وغیرہ کو بھی سامنے رکھا ہے اس لئے در اصل ان تمام تصنیفات میں اس مسئلہ سے متعلق بیان کردہ امور کا یہ مکمل جواب ہے :-

(۱) شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح مصنفہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔ (۲) سیف چشتیائی مصنفہ گولڑوی صاحب۔ (۳) غایت المراد مصنفہ قاضی محمد سلیمان صاحب (۴) تائید الاسلام مصنفہ قاضی صاحب موصوف۔ (۵) تفسیر ثنائی جلد ۲۔ (۶) الحق الصریح فی حیات المسیح مصنفہ مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی۔ (۷) شفاء للناس مصنفہ مولوی عبد اللہ صاحب شاہجہانپوری۔ (۸) الکلام الفصیح مصنفہ قاری محمد ملی۔ (۹) کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ (محمد ادریس دیوبندی) (۱۰) السیف الیمانی مصنفہ قاری سید محمد ہارون زنگی پوری۔ (۱۱) مسیح موعود مصنفہ علامہ علی حائری (۱۲) الظفر الرحمانی (مفتی غلام مرتضیٰ ساکن میانی) (۱۳) محمدیہ پاکٹ بک (۱۴) مسلم پاکٹ بک مصنفہ مولوی محمد مسلم دیوبندی (۱۵) عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السّلام مصنفہ مولوی محمد انور صاحب دیوبندی۔ وغیرہا۔ منہ

نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کا "افتتاح" اِس امر سے کیا ہے۔ پس مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ "مرزا صاحب قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قبل النزول کا افتتاح مسئلۂ صلیب سے کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک بمنزلہ بنا کے ہے" صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔ مسئلہ وفات مسیح علیہ السّلام کا بالاستقلال ذکر سب سے پہلے حضرت اقدس علیہ السّلام نے اپنے رسالہ توضیح مرام میں کیا ہے مگر اس میں قطعاً اِس امر کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس کے بعد اس مسئلہ پر مفصّل و مدلّل بحث ازالہ اوہام میں کی ہے۔ لیکن اس میں بھی اِس امر سے اس کا "افتتاح" نہیں کیا۔ اور نہ اسے "بمنزلہ بنا کے" قرار دیا ہے۔ پس بفرضِ محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السّلام صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ تو بھی اس سے نہ ان کی حیات الی الآن ثابت ہو سکتی ہے اور نہ ان کی وفات پر کسی قسم کی زد پڑ سکتی ہے۔ وھٰذا لا یخفی علیٰ ذی لبّ ؎

Digitized by Khilafat Library

ہاں یہ سچ ہے۔ کہ مسیح علیہ السّلام کا صلیب پر چڑھایا جانا اگر ثابت ہو جائے۔ (وھٰذا ھو الحق) تو عقیدۂ صعود دہ الی السماء حیا کی جڑھیں اکھڑ جاتی ہیں کیونکہ اس عقیدہ کی ابتداء اور بنیاد اِس امر سے شروع کی گئی ہے۔ کہ واقعۂ صلیب سے قبل آپ آسمان پر چڑھ چکے تھے۔ (شہادت القرآن ص۵۸) پس جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے تھے (گو پھر زندہ اُتر آئے تھے) تو اس عقیدہ کے پاؤں کٹ جاتے ہیں۔ اور در اصل یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب کو اپنے رسالہ کے نئے اڈیشن کے ۳۵ صفحات میں اسپر خامہ فرسائی کرنا پڑی۔ ورنہ مسئلہ وفاتِ مسیح کے لئے نہ یہ بمنزلہ بنا کے" ہے اور نہ اس کے عدم سے اس مسئلہ کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے بغیر بھی وفاتِ مسیح کا امکان ہے (شہادت ص۶۶)

مولوی صاحب نے ایک دعویٰ یہ بھی کیا ہے کہ میں جو دعویٰ کرونگا۔ وہ قرآن مجید میں سے کرونگا۔ اور اسکی جو دلیل دونگا۔ وہ بھی قرآن مجید ہی سے دونگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔ "ہم نے اس کتاب میں التزام کیا ہے کہ اپنے دعویٰ اور دلیل کی بنا قرآن کریم پر رکھیں" (ص۵) مگر قارئین کرام آگے چل کر ملاحظہ فرمائینگے کہ مولوی صاحب نے اپنے اس دعویٰ کا کہیں بھی پاس نہیں کیا مثلاً ان کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے صلیب کی شکل بھی نہیں دیکھی اور یہود نے آپکو چھوا تک نہیں" انکی طرف محض مایوسانہ نگاہیں ڈال کر رہ گیا ہے اور بزعم خود جو چار دلیلیں لکھی ہیں ان سے اس کو ذرہ

پھر بھی سہارا نہیں مل سکا۔ جیسا کہ ناظرین کو ابھی معلوم ہو چکا ہے ۔

اب ذیل میں بطرز قولہ و اقول انکی مزعومہ "دلائل" کی ترتیب وار اصلیت ظاہر کیجاتی ہے ۔

دلیل اوّل کا جواب

قولہٗ "ومکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین" یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی الخ" ص۳

اقول۔ مولوی صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السّلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی تھی۔ مگر حسب وعدہ اس دعوے پر قرآن مجید میں سے ایک آیت بھی بطور دلیل درج نہیں کی۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ اس سے آپکی مراد کیا ہے۔ کیا یہود کی کوشش یہ تھی کہ وہ کسی ذریعے سے پہلے حضرت مسیح کو قتل کر ڈالیں اور پھر اُن کی لاش کو صلیب پر لٹکا دیں یا یہ کہ پہلے صلیب پر لٹکا دیں پھر اُس پر سے زندہ ہی اُتار لیں۔ اور پھر کسی اور ذریعے سے قتل کر دیں اور یا یہ کہ صلیب پر لٹکا دیں اور لٹکا ہی رہنے دیں تا آنکہ آپؑ صلیب ہی پر فوت ہو جائیں جو صورت بھی آپکو مسلّم ہو اُسے حسب وعدہ قرآن مجید سے ثابت کریں ۔

اگر پہلی صورت ہے تو ظاہر ہے کہ ماقتلوہ کہنے سے صلیب پر چڑھانے کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے وماصلبوہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ انکا ارادہ تو یہ تھا کہ قتل کر کے لاش کو صلیب پر لٹکائیں لیکن جب وہ قتل ہی نہیں کر سکے تو آپؑ کی لاش کو صلیب پر لٹکانے کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا اور اگر صورت ثانیہ فرض کیجائے (جو غالباً آپکو بھی غیر مسلّم ہوگی) تو اوّل تو یہ نہایت ہی غیر معقول بات ہے کیونکہ اسکا کوئی فائدہ نہیں اور نہ دنیا میں کبھی کسی نے ایسا لغو فعل کیا ہے۔ بھلا سُولی سے زندہ اُتار کر پھر کسی اور ذریعہ سے قتل کرنے کی زحمت وہ کیوں اُٹھاتے سُولی ہی پر مار دینے میں ان کا کونسا حرج تھا۔ اور اگر صورت ثالثہ ہے تو یہ آپ کے مدّعا کے خلاف اور ہمیں مفید ہے اور نادانستہ آپنے اس صورت کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے، کیونکہ لکھا ہے۔ کہ "(عیسٰی) کو اللہ تعالیٰ نے شرّ اعداء سے بالکل محفوظ رکھا ..... اور انہیں سے ایک شخص پر عیسٰی کی شباہت ڈالدی جسکو انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھایا اور قتل کیا" (صفحہ ۵۰ و ۵۱) اس سے ظاہر ہے کہ اگر مسیح بھی انکے ہاتھ آجاتا تو اسکے ساتھ بھی وہ یہی سلوک کرتے یعنی اُسے صلیب پر چڑھا کر مار ڈالتے۔ بلکہ صراحۃً (گو اضطراراً) لکھدیا ہے۔ "یہود اس امر کے مدّعی تھے کہ حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھا کر مار دیں"۔ (حاشیہ ص۹۲)

پھر صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں کہ "یہود کا یہ مکر اسی امر کیلئے تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو قتل کر ڈالیں"۔ اور اسکے ثبوت میں چودہ تفسیروں کے نام لیکر لکھتے ہیں "ان سب تفاسیر میں بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ یہود کا مکر یہ تھا کہ عیسٰی کو قتل کر ڈالیں"۔ نیز لکھا ہے فلمّا احس عیسٰی منہم الکفر کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے کفار یہود سے مکرِ قتل کا احساس کیا ..... اس جگہ کفر سے مراد قتل ہے، پس مکر یہود کی صورت ارادہ قتل و صلب عیسٰی متعین ہو گئی"۔ (ص۵۴ و ۵۵) اسکے بعد "مکر سے مراد قتل ..... کی تائید میں کئی آیات" بھی درج کی ہیں۔ - پس اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہود کا منشاء حضرت

عیسٰی علیہ السّلام کو قتل کر ڈالنے اور سولی پر مار دینے کا تھا نہ کہ سولی پر چڑھا کر زندہ اُتار لینے کا، چنانچہ "بموجب مثل مشہور دروغگو را حافظہ نہ باشد" (صنٹ) مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں، یہود نے ... آپ کو جادوگر ٹھیرایا اور پھر قتل کا حکم لگایا اور اِس کی (؟) صورت (؟) صلیب پر کھینچنا تجویز کی" (ص۵۳) حق برزبان جاری شد۔

اب اِس پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ "یہود نے یہ مکر اور تدبیر قتل آپؑ کے حق میں کیوں کی؟"

...... اِس کا جواب دینے میں مولوی صاحب نے جو قلابازیاں کھائی ہیں وہ اصل کتاب پڑھنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسی ایک سوال کے حل ہو جانے سے واقعہ صلیب کی اصل تصویر سامنے آسکتی ہے۔ کیونکہ جب یہود کے اس "مکر اور تدبیر قتل" کی غرض و غائیت معلوم ہو جائے تو پھر یہ معلوم ہونا آسان ہو جائیگا کہ آیا حضرت مسیحؑ کا صلیب پر محض چڑھنے اور پھر اُس سے زندہ اُتر آنے کی صورت میں یہود کی وہ غرض پوری ہو سکتی تھی یا آپ کے سُولی پر وفات پانے کی صورت میں، سو مولوی صاحب اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"یہود نے آپؑ کے معجزات کو جادو قرار دیکر آپ کو جادوگر ٹھیرایا اور پھر قتل کا حکم لگایا اور اسکی صورت صلیب پر کھینچنا تجویز کی" (صفحہ ۵۳)، مگر ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس خیال سے کہ آپؑ یہود کے نزدیک جادوگر قرار پائے، انہوں نے آپکو قتل کرنا ضروری سمجھا کوئی معقول بات نہیں کیونکہ اگر یہی بات تھی تو اُن کے فخریہ انا قتلنا المسیح ... الخ کہنے کا کیا مطلب تھا اور پھر خدا تعالٰی نے اس کی تردید خاص اہتمام سے مع الاطناب کیوں ضروری سمجھی جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہود کئی ایک انبیاء علیہم السلام کو قتل کر چکے تھے جسپر نہ تو انہوں نے کوئی خاص طور پر فخر کیا اور نہ اللہ تعالٰی نے اس کی تردید کی بلکہ ان کے اس فعل شنیع (قتل انبیاءؑ) کو تسلیم کر لیا ؛

اور اگر مولوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ چونکہ مدعیٔ نبوّت کو جادوگر قرار دیکر قتل کر دینا اس مدعی کے کذب کی دلیل ہوتی ہے اس لئے خدا تعالٰی نے اُن کے دعوٰی انا قتلنا المسیح کی پُر زور تردید ضروری سمجھی تو اوّل تو اس کیلئے قرآن یا حدیث سے کوئی ثبوت پیش کرنا چاہیئے تھا دوسرے کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ جن انبیاء علیہم السّلام کو یہود نے قتل کیا تھا ان کو کس بنا پر قتل کیا تھا؟ اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ مدعی نبوّت کو جادوگر قرار دیکر قتل کر دینا گو عند اللہ تو اسکے کذب کی دلیل نہیں ہوتی مگر چونکہ یہود کے نزدیک ایسا نبی کاذب قرار پاتا تھا اس لئے انہوں نے اسپر فخر کیا اور اللہ تعالٰی نے اسکی تردید کی تو اس کے لئے بھی کوئی ثبوت پیش کرنا ضروری تھا۔ پھر اس کی وجہ بھی بتانی چاہیئے تھی

کہ یہود نے دوسرے مقتول انبیائؑ پر اظہار مفاخرت کیوں نہ کیا صرف حضرت مسیح علیہ السّلام کے حق میں کیوں کیا نیز یہ کہ فعل قتل کے ساتھ فعل صلب کے مدعی کیوں ہوئے جیساکہ آپنے لکھا ہے "یہود قتل مسیح کی صورت سولی پر چڑھا کر مارنے کہتے تھے"۔ (حاشیہ ص۶۹ و حاشیہ ص۹۲) اور بعض تفاسیر میں اِدعائے یہود یوں مسطور ہے انا قتلنا وصلبناہ (ص۱۷۴ مرالح لبید جلد۱) جس پر خدا کی دائمی وحی میں وَمَا قَتَلُوْہُ کے بعد وَمَا صَلَبُوْہُ کا اضافہ ضروری ہو گیا؟ فتدبر ولا تکن من القاصرین۔

پس یہ غلط ہے کہ یہود نے آپؑ کو قتل کرنا اور وہ بھی بذریعہ صلیب اس لئے ضروری سمجھا تھا کہ آپؑ اُن کے نزدیک جادوگر تھے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک کسی کا مصلوب ہونا، اس کے مجرم، کاذب اور ملعون ہونے کی علامت اور دلیل ہوتی ہے۔ چنانچہ توراۃ[۱] میں صاف لکھا ہے۔ "کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے"۔ (استثناء ۲۱ باب ۲۳ آیت) اور خود

ؔ۱ **مصلوب اور یہود** احکام توراۃ میں یہ حکم اور قانون مذکور ہے کہ جو شخص بفعل صلب مرجائے اسکو سولی پر سے اتار کر جلد مدفون کردینا چاہیئے (بسبب آنکہ شخصے کہ بردار کشیدہ شود مورد لعنت خدا است۔ عہد عتیق فارسی جلد اوّل مطبوعہ ۱۸۳۹ء ص۵۲۹ استثناء $\frac{21}{23}$) اسلئے کہ مصلوب شخص ملعون ہوتا ہے پس خدا کی پاک اور مقدس سرزمین اس لعنتی کی لاش سے ناپاک نہ ہونا چاہیئے۔ مولوی اصاحب اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ "اس میں اسی شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو"۔ ص۱۷۳ لیکن سوال یہ ہے کہ کسی سخت جرم واجب الصلیب کا فیصلہ کون کریگا کیا وہی نہیں جو اس کتاب توراۃ کے حامل اور اس قانون کے پابند ہیں۔ اگر وہی کرینگے تو بتائیے کہ (اس دنیا میں لوگوں کے لئے) مجرم اور غیر مجرم مصلوب میں مابہ الامتیاز کیا ہوگا کیا عقل یہ تجویز نہیں کرتی کہ اس حکم اور قانون عام کے ماتحت کہ مصلوب چونکہ ملعون ہوتا ہے اسلئے اسے جلد دفن کردیا جائے اس حکم اور قانون کے چلانے اور ماننے والے ہر اس شخص کو جسے وہ مصلوب کریں ملعون قرار دیں کیونکہ انکی کتاب احکام میں بطور قانون عام یہ بتایا گیا ہے کہ "جو پھانسی دیا جاتا ہے وہ خدا کا ملعون ہے"۔ پس ضرور ہے کہ جسے پھانسی دیا جائے وہ اس قانون کے رو سے ملعون بھی قرار پائے۔ باقی یہ وہم کہ اگر ایک غیر مجرم کو پھانسی دیدی جائے تو پھر اسکا ملعون ہونا بھی اس سے لازم آتا ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اس لئے کہ حقیقت نفس الامری کے متعلق قوانین اور احکام شریعت میں کچھ نہیں کہا جاتا بلکہ احکام ظاہر پر ہوتے ہیں۔ کیا قرآن مجید کا یہ فیصل شدہ قانون اور حکم نہیں ہے کہ جو شخص کسی عورت یا مرد پر زنا کا الزام لگاتا ہے وہ اگر اس پر چار گواہ نہیں لایا تو خود مجرم، ملزم اور قابل سزا ہے اور اولٰئک ھم الفاسقون کے ماتحت وہ خود فاسق اور بدکار قرار پائیگا بلکہ اگر تین گواہ چشم دید شہادت بھی دیدیں صرف چوتھے کی شہادت میں کچھ شبہ پڑ جائے تو اس صورت میں ان چار گواہوں کو بھی مجرم قرار دیکر سنگین سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اب یہاں بھی یہی شبہ کیجئے کہ شائد وہ مدعی اور اسکے چاروں گواہ حقیقت سچ کہتے ہوں پھر وہ مجرم کیوں؟ اور اتنی سنگین سزا بلکہ سزاؤں کے مستحق کیوں؟ فما ھو جوابکم ھو جوابنا بلکہ یہ بھی امکانِ عقلی سے خارج نہیں کہ ایک غیر مجرم شخص کے خلاف پوری شہادات گذرنے پر وہ مجرم قرار دیا جاسکے پھر چور اور ڈاکو اور ہر قرار دادہ مجرم کے متعلق یا بری کردہ شخص کے متعلق بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ شائد وہ مجرم نہ ہو اور شاید یہ مجرم ہو کیونکہ فیصلہ کرنیوالے آخر عام انسان ہونگے، ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السّلام تو موجود نہیں ہوتے بلکہ رسول اللہ صلعم تو فرماتے ہیں کہ میں بھی اگر ایک فیصلہ شہادات اور پیش کردہ ثبوت کی بنا پر کردوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ واقع میں درست نہ ہو کیونکہ میرا فیصلہ ظاہر کے متعلق ہوگا۔ مزید برآں یہ کہ واقعی مجرم کا عند اللہ ملعون ہونا صرف پھانسی دیئے جانے پر موقوف نہیں بلکہ اگر وہ کسی وجہ سے پھانسی نہ بھی دیا جاسکے یا کسی اور سزا میں گرفتار ہو یا پیشتر اس کے جرائم کسی کو معلوم بھی نہ ہو سکیں پھر بھی وہ عند اللہ ملعون ہی ہے پھر اس کا کیا مطلب ہوا کہ "خاص اسی شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کہ سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو گیا اگر وہ مصلوب نہ ہو تو وہ "خدا کا ملعون"، نہ ہوگا فافھم وتدبّر۔ اگر اب بھی یہ وہم پیدا ہو کہ چونکہ اس قانون کے ماتحت فیصلہ کرنیوالے

عیسائی بھی اس آیت کا یہی مطلب سمجھتے ہیں جیسا کہ گلتیوں میں اسی آیت کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے۔ لِاَنَّہٗ مَکْتُوْبٌ مَلْعُوْنٌ کُلُّ مَنْ عُلِّقَ عَلٰی خَشَبَۃٍ "کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے" ۳ باب ۱۳ آیت۔ پھر استشنا باب ۱۳ میں یہ بھی لکھا تھا کہ "جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صٓ۳ و عقیدۃ الاسلام صٓ۱۱۵) اس لئے یہود نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح آپؑ کو سُولی پر مار دیا جائے ورنہ اگر محض آپؑ کو قتل ہی کرنا مقصود ہوتا تو وہ کئی ایک اور ذرائع کو بآسانی عمل میں لا سکتے تھے اتنے لمبے چوڑے جھگڑے کی حاجت ہی کیا تھی آپکو زہر دیکر یا کسی اور مخفی ذریعے سے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کیلئے کوشش کر سکتے تھے پس اُن کا سُولی پر مارنے کی تدبیریں کرنا اور عدالت میں اس معاملے کو لیجانا صاف بتاتا ہے کہ وہ صلیب کے ذریعہ مارنے کے خواہشمند تھے۔ اور جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے ایسا محض اس لئے تھا تا کہ لوگوں کی نظروں میں آپؑ کو نعوذ باللہ لعنتی اور مردود ثابت کر سکیں۔ مولوی صاحب نے باتباع پیر مہر علیشاہ گولڑوی یہ ثابت کرنے میں بہت زور مارا ہے کہ سچے نبی کا مقتول بالصلیب ہونا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، بلکہ اس کیلئے موجب شہادت و ترقیٔ درجات ہے، مولوی صاحب! اگر یہی بات ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے قول انا قتلنا المسیح عیسٰی بن مریم رسولَ اللّٰہ۔ کو اس قدر بُرا کیوں منایا اور اس سبب سے یہود بے بہبود کو مردود و نامسعود کیوں گردانا اور خلاف عادت کئی آیات نازل کر کے غیر معمولی اور خاص اہتمام سے اس کا ابطال مع الطوالت کیوں کیا۔ کیا مقولہ صادقہ فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃِ، حکیم علی الاطلاق کی شان میں غیر مقبول ٹھیرے گا۔ فَتَاَمَّلْ ثُمَّ تَاَمَّلْ ٭

Digitized by Khilafat Library

معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کو بھی یہ بات کھٹکی ہے۔ اسی لئے آپ کو انبیاء اللہ کی تین قسمیں قرار دینا

بقیہ ٭ حاشیہ ٭ صفحہ ۵) آخر انسان ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نبی کو بھی مصلوب کر کے ملعون قرار دیدیں تو میرے نزدیک بیشک اگر وہ کسی نبی کو مصلوب کرنے پر قادر ہو جائیں تو وہ اُسے نعوذ باللہ ملعون قرار دینے اور سمجھنے پر حق بجانب ہونگے۔ لیکن میں بابانگ دہل یہ کہتا ہوں کہ یہ بات ان کے احاطہ قدرت سے باہر ہے۔ کیونکہ قادر مطلق خدا اپنے انبیاءؑ کی پُشت پناہ ہوتا ہے اس لئے ان کی موت ایسے طریق سے قطعاً واقع ہونے نہیں دیتا کہ جو اس کے قانون کے ماتحت ملعونین اور مردودین کی موت کا ذریعہ اور نشان قرار دیا گیا ہو خواہ وہ صلیب ہو یا کوئی اور، تا کہ اُس نبی کا منجانب اللہ ہونا تاریکی اور ظلمت میں نہ چُھپ جائے۔ پس علی الخصوص ایسے وقت میں جبکہ ایک بااختیار آزاد اور منظم حکومت قانون انصاف کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہو اور مجرم و غیر مجرم کے متعلق پوری اور باقاعدہ تفتیش کے بعد فیصلہ کرنیکا دستور ہو یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے واسطے سے کسی اپنے نبی کو ایسی موت مارے جو قانون میں ملعون اور ناپاک لوگوں کے لئے مقرر ہے جیسا کہ صلیب کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کے ہلاک کرنے کا آلہ ہے۔ (نوٹ) اس کی مزید تحقیق اور تفصیل انشاء اللہ اپنے موقعہ پر کی جائیگی۔ فانتظر۔ منہ ٭

پڑیں (۱) " وہ رسول جو اصحاب شرائع ہیں " (۲) وہ جو اپنی اپنی قوم کی طرف بالاستقلال رسول بنائے گئے اگرچہ صاحبِ شریعت نہ تھے ہاں ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے اور اُن کی قوم بسبب تکذیب کے معذّب ہوئی " (۳) " وہ جو حکمت اور نبوّت دیئے گئے لیکن اتباع تورات کے مامور تھے اور وے وہ ہیں جو بنی اسرائیل میں سے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے " (صفحہ ۶۳ و ۶۴) اور پھر محض بے دلیل و بے ثبوت یہ لکھنا پڑا کہ " قسم اوّل و دوم رسولوں کے مقابلہ میں ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ اُن کا قتل، شریعت اور رسالت میں شبہ ڈالتا ہے[۱]۔ بخلاف جماعتِ ثالثہ کے کہ اُن کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا[۱]" صفحہ ۶۴ اور پھر یہ لکھدیا " پس چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحبِ شرع و معجزات رسول ہیں اس لئے یہود آپ کو صلیب پر نہیں کھینچ سکتے " صفحہ ۶۵

Digitized by Khilafat Library

مولوی صاحب نے یہاں بھی صاف مُنہ کی کھائی ہے، محض اس لئے کہ یہود کے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل بالصلیب کرنے کی وجہ اصلی سے انکار کر دیا اور من گھڑت اصل پیش کر کے اصل حقیقت کو چھپانے کی ناکام سعی کی۔ مولوی صاحب! آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ قسم اوّل و دوم کا قتل ہونا ناجائز اور قسم سوم کا قتل ہو جانا جائز ہے مگر حسب وعدہ آپ نے نہ تو یہ دعویٰ قرآن مجید سے پیش کیا ہے اور نہ اس دعویٰ کا کوئی ثبوت ہی قرآن مجید سے دیا ہے اور کرتے بھی کیونکر جبکہ یہ قاعدہ تھا ہی خانہ ساز اور ایجادِ بندہ، ہاں آپ نے اس پر ایک عقلی دلیل قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ " اگر صاحبِ شرع اور مستقل و مؤید بالمعجزات رسول قتل ہو جائیں تو اُن کی شریعت و نبوّت میں خلل اور رخنہ پڑ جاتا ہے یعنی ان کی صداقت مشتبہ و مشکوک ہو جاتی ہے۔ مگر قسم سوم یعنی وہ نبی جو اتباعِ توریت کے مامور تھے اگر قتل ہو جائیں تو اُن کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا " مفہوم

لیکن اس فرق کی بھی کوئی عقلی یا نقلی وجہ بیان نہیں کی یعنی یہ کہ کیوں قسم سوم کے انبیاءؑ کا قتل اُن کی نبوّت میں شبہ نہیں ڈالتا اور پہلی دو نو قسم کے انبیاءؑ کی نبوّت میں کیوں شبہ ڈالتا ہے۔ ہاں آپ نے محض مغالطہ دہی کیلئے انبیائے قسم سوم کے قتل ہو جانیکی صورت میں بجائے یہ لکھنے کے کہ انکی نبوّت اور رسالت میں خلل نہیں پڑتا یہ لکھدیا کہ " شریعت اور کتاب میں خلل نہیں پڑتا " تاکہ ناواقف اور موٹی عقل کا آدمی یہ سمجھ لے کہ واقعی یہ درست بات ہے۔

[۱] آیت افان مات او قتل کے کیا معنے ہیں؟ آپ کے مفسرین تو اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل ہونا دین اسلام میں " خلل انداز نہیں ہوتا " اور نہ آپ کی " شریعت اور رسالت میں شبہ ڈالتا ہے " (تفسیر کبیر) منہ

کیونکہ وہ انبیائ شریعت اور کتاب لیکر نہیں آتے اس لئے اگر وہ قتل ہو جائیں تو کتاب اور شریعت میں شُبہ کا احتمال ہی نہیں مگر مولٰنا! ان کو اگر شریعت اور کتاب نہیں دی گئی تو کیا نبوّت اور رسالت بھی نہیں دی گئی تھی اور بغیر نبوّت اور رسالت دیئے جانے کے وہ نبی اور رسول بنا دیئے گئے تھے۔ پس جبکہ انہیں نبوّت اور رسالت دیکر بھیجا گیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کا قتل ہو جانا انکی نبوّت اور رسالت میں "خلل انداز" نہ ہو۔ جس طرح قسم اوّل و دوم کے قتل سے اُنکی کتاب اور شریعت میں خلل پڑتا ہے اور اُنکی صداقت مشتبہ و مشکوک ہو جاتی ہے ؛

ثانیاً انبیائ قسم دوم بھی تو بغیر کتاب و شریعت کے آئے تھے پھر اُن کے قتل سے شریعت اور کتاب میں کس طرح رخنہ پڑ سکتا تھا اگر کہا جائے کہ اُن کی رسالت میں شبہ پڑتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قسم سوم کی نبوّت و رسالت میں کیوں شُبہ نہیں پڑتا یاد رہے کہ مولوی صاحب رسالت و نبوّت کو مترادف تسلیم کرتے ہیں ص۶۴)

مولوی صاحب نے عجیب ہوشیاری سے قسم دوم کے ساتھ ایک یہ قید لگا دی ہے کہ "اُن کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے اور اُن کی قوم بسبب تکذیب کے معذّب ہوئی"، مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا قسم اوّل و سوم کے رسولوں کے ہاتھ پر معجزات ظاہر نہیں ہوتے اور کیا اُنکی تکذیب کے سبب اُنکی قوم کو کوئی عذاب نہیں دیا جاتا قرآن مجید میں تو لکھا ہے همت كل امّة برسولهم ليأخذوه وجادلوا بالباطل ليدحضوا به فاخذتهم فكيف كان عقاب (مومن ع) "کہ ہر اُمّت نے اپنے اپنے رسول کو ماخوذ کرنے پر کمر باندھی پس مَیں نے انہی کو عذاب میں گرفتار کیا پس میرا عذاب ان پر کیسا سخت ہُوا" (شہادت ص۳۰) گویا ہر رسول کی قوم بسبب تکذیب کے معذّب ہوئی"۔ نیز ملاحظہ ہو سورۃ نحل ع۵، پھر آپ نے قسم دوم کے ساتھ "بالاستقلال رسول" ہونے کی بھی قید لگائی ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ "بالاستقلال"، کی تشریح کر دیتے کہ اس سے آپکی مراد کیا ہے، اگر اسکے یہ معنے ہیں کہ اُن کے رسول اور نبی بننے میں کسی دوسرے نبی کی اتباع کا دخل نہ تھا تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ قسم سوم کے نبی بننے میں کس رسول کی پیروی اور اطاعت کا دخل تھا کیا یہ امرِ واقعی اور حقیقت نہیں کہ وہ بھی براہِ راست نبی و رسول بنائے گئے تھے اور اگر "بالاستقلال"، سے آپکی یہ مراد ہے کہ رسول اور نبی بننے کے بعد وہ کسی اور رسول کی پیروی اور کسی اور نبی کی شریعت یا کتاب کی اطاعت نہ کرتے تھے تو پھر مہربانی فرما کر یہ بتا دیجئے کہ جب وہ تھے ہی بغیر کتاب اور شریعت کے یعنی اُنکو براہِ راست کوئی کتاب یا شریعت نہ دی گئی تھی تو وہ کس قانونِ شریعت پر

عمل کرتے تھے اور لوگوں کو کس لائحہ عمل کی دعوت دیتے تھے۔

آپ نے اس تقسیم میں ایک یہ بھی قید لگادی ہے کہ "دنیا میں شرک پھیلنے کے بعد رسل اللہ تین طرح بھیجے گئے ہیں" صفحہ ۶۳ (گو ایڈیشن اوّل میں یہ قید نہ تھی) غالباً اس قید کی ایزادی محض اس وجہ سے آپکو کرنا پڑی کہ تا حدیث، آدمؑ نبیؐ (مشکوٰۃ ص۵۱۱) حائل نہ ہو ورنہ جن دو آیتوں میں ان پانچ انبیائے (آنحضرت صلعم، نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ علیہم السلام) کے نام دیکھ کر آپنے ان کا بالاستقلال[1] صاحب شرع جدید ہونا سمجھ لیا ہے ان میں اس کا ذکر تک نہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے یہ تقسیم کرکے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "صرف قسم اوّل و دوم کے رسولوں کے مقابلہ میں (ان کے دشمن) ماکرین (اپنے) مکر میں ناکام رہتے ہیں بخلاف جماعت ثالثہ کے" تو یہ قرآن مجید کی ان آیات کثیرہ میں صریح دست اندازی ہے۔ جو آٹھ سورتوں میں سے مختلف مواضع سے خود آپنے درج کی ہیں اور پھر لکھا ہے "بے شک ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُلٹا ان ہی پر عذاب نازل کرتا ہے" ص۶۳۔ پس ان آیات میں بیان کردہ قانون الٰہی سے نمبر سوم کے انبیاء اللہ و رسل اللہ اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی نص صریح خارج گردانناصریح طور پر تحریف الکلم عن مواضعہ اور تصرف فی آیات اللہ ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل آیات میں ایک عام قانون بیان کیا گیا ہے جس سے کسی کو بھی مستثنےٰ نہیں کیا گیا۔ والذین یمکرون السیئات لھم عذاب شدید و مکر اولئک ھو یبور ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ (فاطر) وھمت کل امۃ برسولھم لیأخذوہ (الیٰ) فاخذتھم فکیف کان عقاب (مؤمنون) قد مکر الذین من قبلھم فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف من فوقھم واتھم العذاب من حیث لا یشعرون (نحل) وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذوانتقام ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم ھو المنصورون (صافات) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز (مجادلہ) "یعنی جو لوگ بُری تدبیریں اور منصوبے باندھتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر وہی ہلاک ہوگا اور نیز فرمایا اسی صورت[2] میں کہ بری تدبیر کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے نیز فرمایا ہر اُمت نے اپنے رسول کو ماخوذ کرنے پر کمر باندھی پس مَیں نے انہی کو عذاب میں گرفتار کیا

---

[1] آیت کا شروع ہی اعنی شرع لکم من الدین قابل غور ہے۔ منہ [2] نقل مطابق اصل منہ

پس میرا عذاب ان پر کیسا سخت ہوا نیز فرمایا کہ کفار مکہ کے پیشتر بہت لوگوں نے مکر اور تدابیر کیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کی عمارات کو بنیادوں سے ۔۔۔۔ ۔۔ گرا دیا اور ان پر چھت ان کے اوپر سے گر پڑے اور ان کو ایسی جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا۔ نیز سورہ ابراہیم ع میں فرمایا۔ اگرچہ ان (کفار مکہ) کی تدابیر اور مکر ایسے زبردست اور محکم ہوں کہ ان سے پہاڑوں کا گر جانا ممکن ہوسکے تو بھی ہرگز یہ خیال، نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے اس وعدے کا خلاف کریگا جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب ہے اور اعداء سے بدلہ لینے والا ہے اور اس وعدہ کی نسبت سورہ صافات میں فرمایا کہ بے شک ہمارا اپنے عباد مرسلین سے پہلے ہی وعدہ ہوچکا ہوا ہے کہ وہ ضرور منصور ہونگے اور نیز سورہ مجادلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر مقرر کردیا ہے۔ کہ میں اور میرے رسول ضرور ضرور غالب رہینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور بڑا غالب ہے" شہادت ص۴۳ "یہ آیت سورۃ مجادلہ بھی کفار پر رسول کو غالب کرنے کی بابت ہے" پس چونکہ یہ قانون اور وعدہ الٰہی ہر رسول و نبی اور اس کے دشمنوں سے متعلق ہے۔ اس لئے مولوی صاحب کا بعض رسولوں اور ان کے اعداء کو اس سے الگ رکھنا، اللہ تعالیٰ پر وعدہ خلافی کا الزام دینا ہے و لن یخلف وعدہ فسبحان اللہ عما یصفون ۔

علاوہ ازیں آپ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر دلیل قسم اوّل میں شمار کرنا تحکم ہے کیونکہ ان کا صاحب شریعت جدیدہ ہونا بین العلماء محل نزاع میں ہے اور کم از کم ہمیں مسلّم نہیں کیوں کہ ہمارے نزدیک وہ ان رسولوں میں سے تھے "جو حکمت اور نبوت دیئے گئے لیکن اتباع تورات کے مامور تھے اور وے وہ ہیں جو بنی اسرائیل میں سے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے چنانچہ فرمایا انا انزلنا التورٰت[1] فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا (مائدہ) مثل یحییٰ اور ذکریا[1] (و حضرت عیسیٰ علیہم السلام) کی" شہادت ص۶۴) پس آپ کی یہ تقسیم ہر جہت سے منقوض اور عند الخصم غیر مسلّم ہونے کی وجہ سے غیر موصل الی المقصود ہے۔

علاوہ ازیں قرآن مجید کی یہ آیات بھی آپ کی تقسیم کا ابطال کر رہی ہیں۔ قل قد جاء کم رسل من قبلی بالبینات و بالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صادقین فان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاؤ بالبینات و الزبر و الکتاب المنیر۔ (آل عمران ع۱۹) یعنی "تو کہدے کہ بے شک مجھ سے پہلے کئی ایک رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں (معجزات) ناقل،

---

[1] نقل مطابق اصل منہ

لیکر آئے تھے اور وہ چیز بھی لائے تھے جو تم نے بتلائی ہے۔ پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا۔ اگر تم اس بات میں سچے ہو جب اس کا جواب کچھ نہ دیویں اور نہ کچھ دینگے۔ تو پھر اگر تجھ کو جھٹلادیں تو تو غم نہ کر اس لئے کہ بہت سے رسُول تجھ سے پہلے جھٹلائے جا چکے ہیں حالانکہ وہ دلیلیں روشن یعنی معجزے اور کتب سماوی یعنی کتاب روشن صاف ہدایت والی بھی لائے۔ باوجود اس کے انہوں نے محض اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے چل کر انبیاءؑ کو ناحق قتل کیا اور آخر کار خود بڑی ذلت سے ہلاک ہوئے"۔ تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ وکبیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۹) کہئے اس میں کہیں "قسم اوّل و دوم کے رسولوں" کا تو ذکر نہیں۔ فاستیقظ ولا تکن من النائمین۔ دیگر یہ کہ جن علمائے اسلام کے نزدیک رسول اور نبی میں اصطلاحاً فرق ہے۔ وہ آپ کی اس تقسیم سقیم کو مردود سمجھتے ہیں خلاصہ یہ کہ آیت مکراللہ سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السّلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپؑ کی شبیہ ایک یہودی پر ڈالکر اُسے مروا دیا بیشک اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو صلیبی موت سے نجات دی اور یہود نامسعود کو اُن کے ارادۂ بد میں ناکام و نامراد رکھا مگر نہ اُس طریق سے جس طریق سے مولوی صاحب نے بیان کیا ہے بلکہ اپنے اُس طریق قدیم کے مطابق کہ جس کے ماتحت اس نے حضرت خلیل اللہؑ۔ حضرت یوسفؑ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دیگر انبیاءؑ کو ان کے دشمنوں سے نجات دی۔ چنانچہ بعینہٖ یہی الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی وارد ہوئے ہیں یہاں تک کہ آیت کے خاتمہ پر وہی حضرت عیسٰی علیہ السلام والا "واللہ خیر الماکرین" بھی موجود ہے مگر کوئی مسلمان بھی اس جگہ تدبیر الٰہی سے وہ مراد نہیں لیتا جو مولوی صاحب اور اُن کے ہم خیال حضرت مسیحؑ کی نسبت مراد لیتے ہیں جیساکہ فرمایا ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (انفال ع ۴) اسی طرح حضرت صالح کے متعلق فرمایا ومکروا مکراً ومکرنا مکراً وھم لا یشعرون (سورۃ نمل ع ۴) پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کے دشمنوں کی تدابیر کو ناکام رکھا اور جس طرح اپنے ہر نبی کی حفاظت کیلئے اُس نے تدبیر کی عقل اور ایمان کا تقاضا ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ٹھیک اُسی طرح اور اُسی نہج پر حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی دشمنوں کے ارادۂ قتل بالصلیب سے بچا لیا۔ یعنی دنیاوی اسباب ہی کے ذریعہ[1] (گو کسی طرح اعجازی طور پر) جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسف علیہ السّلام کو بچایا جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السّلام کو بچایا اور

---

[1] وسیأتی تفصیلہ۔ منہ

سب سے آخر میں جس طرح ہمارے سیدو آقا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا۔ پس میں بھی مولوی صاحب کے الفاظ میں کہتا ہوں "کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں رسل اللہ کے برخلاف کفار کے مکر کا ذکر ہے اس جگہ یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو ان کے مکر اور شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور الٹا ماکرین ہی پر وبال و عذاب نازل کیا کرتا ہے۔ (مگر اس طرح نہیں کہ ان پیغمبروں کی شکلیں ان ماکرین پر ڈال دیتا ہے حتیٰ کہ وہ ماکرین ہی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سمجھے جاکر "وبال و عذاب" میں گرفتار ہوجاتے ہیں) سو اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بھی اسی طرح کی آیت آئی ہے۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت سید المرسلین صلعم (اور بطور قاعدہ عام خدا کے دیگر پیاروں) کے حق میں وارد ہے (پس) یہ کس قدر غلط اور لغو بات ہے۔ کہ جو الفاظ دیگر رسولوں کے محفوظ رہنے پر دلالت کریں انہی الفاظ کے ہوتے حضرت کلمۃ اللہ و روح اللہ اس قدر (دیگر تمام انبیاءؑ سے بڑھ کر عزت و وجاہت کے مالک بنجائیں کہ ان کیلئے حفاظت کا ایک نیا طریق تجویز کرلیا جائے) معاذ اللہ ثم معاذ اللہ" (صفحہ ۵۸)

قولہٗ:- "ومکر اللہ یہود کے خلاف اللہ تعالیٰ کا مکر یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا اور انہی میں سے کسی کو آپ کا ہمشکل بنادیا جس کو یہود نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا" صفحہ ۵۸۔

اقول۔ اوّلاً:- آپ نے اس تدبیر الٰہی کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے کسی کو مسیحؑ کا ہمشکل بنادیا تھا جسے یہود نے مسیح سمجھ کر مصلوب کردیا نہ قرآن مجید سے دیا ہے اور نہ احادیث نبویہ سے، پس آپ کا ذاتی خیال ہم پر حجت نہیں ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھدیا ہے کہ یہ امر "ولکن شبہ لھم میں مصرح ہے" (ص ۶۱) تو اس کا مفصل جواب تو انشاء اللہ اسکی تفصیل کے موقع پر" دیا جائیگا لیکن کسی قدر آپکی تسلی کے لئے یہاں بھی لکھا جاتا ہے۔ سنئے "حضرت مولٰنا مفتی قاری حافظ سید محمد عرب مکی حنفی قاری سنوسی اپنے رسالہ "الکلام[۱] الفصیح فی تحقیق حیات المسیح"، میں لکھتے ہیں " شبہ لھم سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہودیوں کے سامنے کوئی دوسرا آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر ہوگیا تھا اور انہوں نے اُسکو سولی پر چڑھایا کیونکہ اگر یہ جائز ٹھیرے کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت پر کردیتا ہے تو اس سے سفسطے کا دروازہ کھل جائیگا اس لئے کہ ہم نے (مثلاً) زید کو دیکھا پس یہ خیال ہوسکتا ہے کہ شاید زید نہ ہو کوئی اور شخص ہو کہ اُس کی صورت زید کی سی ہو اس صورت میں طلاق کا

---

[۱] علاوہ اسکے کہ اس رسالے کا مصنف ایک عربی بلکہ مکی فاضل ہے (جسکی بات "بلا سند" بھی مان لینے پر آپ آمادگی ظاہر کرچکے ہیں۔ شہادت طبع اوّل ص ۳۹) اس کے متعلق مختلف بلاد کے چودہ علماء و فضلاء نے

نہ نکاح کا نہ ملکیت کا اعتبار رہیگا اور دوسری خرابی یہ ہے کہ اس سے تواتر میں نقصان لازم آتا ہے اس لئے کہ خبر متواتر سے علم کا فائدہ اسوقت حاصل ہوتا ہے کہ وہ محسوس پر منتہی ہو اور جبکہ محسوسات میں یہ شبہ پڑ گیا تو متواترات پر بھی اعتبار نہ رہیگا اور اس سے تمام شرائع میں خرابی واقع ہو جائیگی اور اس سے انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کی نبوت پر طعن لازم آتا ہے خلاصہ یہ کہ جب صورت کے بدلنے میں اصول بگڑتا ہے تو یہ صحیح نہیں'' (صفحہ ۲۹ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۰ء)

Digitized by Khilafat Library

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ :- ''بے نظیر و عدیم المثل - لاجواب، بہت تحقیق و انصاف کے ساتھ لکھا گیا، بہت مستند اور مدلّل، اور تصانیف کے مقابلے میں ہر طرح قابل ستائش ہے، مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید، بہترین کتاب، اپنی نظیر آپ ہی ہے'' وغیرہ ایسے شاندار الفاظ میں تقاریظ لکھی ہیں۔ پس مولوی صاحب کے مفہوم اور معنوں کی یہ مدلّل اور معقول تردید در اصل ان بندرہ[۱۵] فضلا کی طرف سے سمجھی چاہیئے۔ مقرظین کے نام حسب ذیل ہیں ''حضرت[۱] شمس العلماء مولٰنا مفتی حاجی محمد یحیٰی صاحب حنفی سہسرامی مدظلہ السامی شیخ الحدیث و نائب الصدر مدرسہ عالیہ کلکتہ'' ''حضرت[۲] مولٰنا حاجی۔ مفتی۔ حکیم محمد مظہر صاحب حنفی مجددی ہوگلوی شیخ التفسیر'' ''حضرت[۳] فخر المحدثین مولٰنا مفتی شیخ محمد حسین صاحب سلہٹی استاذ حدیث'' حضرت[۴] مولٰنا حافظ سید عبد الباری صاحب بردوانی فقیہہ'' ''حضرت[۵] مولٰنا حافظ حاجی قاری حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی'' ''حضرت[۶] فخر المحدثین مولٰنا مولوی محمد عبد الستار صاحب فیضی دیناپوری'' ''جناب[۷] مولٰنا محمد حبیب اللہ صاحب نواکھالوی'' فضائل[۸] مآب رئیس المناظرین سلطان الواعظین مولٰنا محمد مبارک حسین صاحب محمودی شیخ الحدیث میرٹھ'' ''عالم[۹] جلیل و بحر منبیل جناب مولٰنا المولوی غلام محمد صاحب مدرس دار العلوم میرٹھ'' الفاضل[۱۰] الاکمل عالم افضل مولٰنا حافظ قاری حکیم ابو نعمان محمد عثمان صاحب بہاری'' ''جناب[۱۱] فخر المحدثین مولٰنا مولوی محمد نجیب الحسین صاحب سلہٹی'' ''شیخ[۱۲] بنگالہ حضرت مولٰنا حاجی شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی'' جناب[۱۳] مولٰنا محمد عبد السلام صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ'' [۱۴] ''حضرت مولٰنا مولوی محمد ولایت حسین صاحب بیربھومی'' [۱۵] حضرت فخر المحدثین مولٰنا مولوی مفتی شیخ محمد جمیل صاحب انصاری سیوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ و مصنف کتب کثیرہ''

۲۔ اسی طرح علامہ اشمونی اپنی مشہور کتاب "منار الهدیٰ" میں آپ کے صریح خلاف لکھتے ہیں لا یجوز ان یعتقد ان الله القیٰ شبه عیسیٰ علیٰ واحدٍ منهم کما قال وهب بن منبه لما هموا بقتل عیسیٰ .... وقیل ان الیهود لما هموا بقتله دخل عیسیٰ بیتاً فامر الله جبریل ان یرفعه من طاقٍ فیه الی السماء فامر مَلِكُ الیهود رجلاً باخراجه فدخل علیه البیت فلم یجده فالقیٰ الله شبه عیسیٰ علیٰ ذٰلك الرجل فلما خرج ظنّوا انّه عیسیٰ فقتلوه وصلبوه .... فانزل الله تعالیٰ قوله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وهذا وامثاله من السّفسطة وتناسخ الارواح الذی لا تقول به اهل السّنّة۔ یعنی یہ عقیدہ رکھنا اور وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کے یہ معنے کرنا جیسا کہ وہب بن منبہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا اور ان کے بجائے ایک اور شخص کو (یہودیاکان او حواریاً او غیرهما) ان کا شبیہ بنا کر یہود کے ہاتھ سے مروا دیا تھا، ہرگز جائز نہیں بلکہ یہ صریح سفسطہ اور تناسخ ابدان و ارواح ہے۔ جسکے اہل السُّنّت والجماعت قائل نہیں ص۷۵ و ۷۶ مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ۔

۳۔ علامہ ابن حیان مشہور نحوی اپنی تفسیر بحر محیط میں آپ کی تردید میں لکھتے ہیں اما ان یُلقیٰ شِبهُهٗ علیٰ شخصٍ فلم یصحّ ذٰلك عن رسول الله صلّی الله علیه وسلّم فیعتمد علیه وقد اختلف فیمن اُلقی علیه الشبه اختلافاً کثیراً۔ یعنی یہ امر کہ مسیحؑ کی شباہت کسی شخص پر ڈالی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے (اور جن لوگوں نے ایسا تجویز کیا ہے ان میں) اس بات میں بڑا اختلاف ہے کہ مسیحؑ کا ہمشکل کون بنا تھا۔ آگے تمام خیالات شبیہ مسیحؑ کے متعلق لکھ کر تحریر فرماتے ہیں اور کیا ہی سچ فرماتے ہیں وهٰذا الوثوق ممّا یدفع الوثوق بشیءٍ من ذٰلك ولهذا قال بعضهم ان جاز ان یقال ان الله تعالیٰ یلقی شبه انسانٍ علیٰ انسانٍ اٰخر فهٰذا یفتح باب السفسطة (جلد ۳ ص۳۹ مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ) کہ اس پر وثوق کرنا، در اصل اس میں سے کسی چیز پر بھی وثوق باقی نہیں رہنے دیتا۔ چنانچہ اسی لئے بعض (محققین) نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ جائز رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کی شکل دوسرے انسان پر ڈال دیتا ہے تو یہ عقیدہ سفسطہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ثانیاً :۔ جمہور مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ شبیہ حواری تھا اطرح شبہ عیسیٰ علےٰ احد الحواریین فی قول الجمھور (تفسیر جواہر الحسان جلد ۱ صفحہ ۲۷) اور یہی مختار ہے حافظ ابن کثیر کا دیکھو تفسیر کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۷ ۔ نیز جواہر الحسان صفحہ ۴۲ ۔ سراج المنیر جلد ۱ صفحہ ۳۲۸ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ ۔ تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۸ ۔ مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۹۳ ۔ تفسیر ابی السعود جلد ۳ صفحہ ۴۸۹ ۔ بحر محیط ، روح المعانی ۔ روح البیان وغیرہا ۔ اور معلوم ہے کہ اس صورت میں آپکے یہ "مکری" معنے باطل ہوئے جاتے ہیں ۔

ثالثاً :۔ جن علماء کے نزدیک کوئی بھی مقتول و مصلوب نہیں تھا ۔ ان کی رائے بھی آپکے اس "مکر" کے خلاف ہے ۔ فدلیک ھذا باطل قطعاً

دلیل ثانی کا جواب

قولہٗ :۔ وقولھم انّا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ۔ یہ آیت نفیٔ صلیب کیلئے نصِّ صریح اور دلیل قطعی ہے اس کا منکر کافر ہے صفحہ ۶۵ ۔

Digitized by Khilafat Library

اَقُولُ :۔ بیشک "نفیٔ صلیب (یعنی صلیب پر نہ مرنے) کیلئے یہ آیت نصِّ صریح اور دلیلِ قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے" مگر آپ کو یہ قطعاً مفید نہیں جبتک کہ آپ صلب کے حقیقی معنی صلیب پر محض چڑھانے کے (جس میں موت نہ ہو) ثابت کریں ودونہٗ خرط القتاد ہے مولوی صاحب نے صلب کے معنے صلیب پر محض چڑھانے کے ثابت کرنے کیلئے بڑا زور مارا، اور آپکو اپنی دلائل مزبورہ پر بڑا ناز ہے مگر قارئینِ کرام ابھی دیکھیں گے، کہ مولوی صاحب اپنے مُدّعا کے ثابت کرنے میں حسب معمول بُری طرح خائب و خاسر رہے ہیں ۔ آپنے صلب کے ان معنوں کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث اور عرب العرباء کا کوئی کلام اور زبانِ عربی کی معتبر مُستند ۔ قدیم ۔ مشہور اور مبسوط کتب لغات پیش کرنے کے بجائے صرف غیاث اللغات اور صُراح کا نام لے لینا کافی سمجھا ہے ۔ لیکن ہر شخص آپکی اس حرکت پر تعجب کریگا کہ آپ نے قرآنِ مجید اور احادیث کے استعمال اور ائمہ لغات کی تصریحات کو چھوڑ کر صرف ان دو کتابوں کو کیوں پیش کیا ، ہاں عقلمند ۔ اہلِ علم آپکی اس مجبوری کو خوب سمجھتے ہیں کیونکہ یہ تینوں آپ سے صریح بیوفائی کر رہے تھے اور آپکا ساتھ دینے سے قطعاً انکاری تھے اس لئے آپکو بھی حق پہنچتا تھا کہ ان سے مُنہ پھیر لیتے سچ ہے فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ۔ مگر مولوی صاحب آپنے اپنے لئے جو سہارا بنایا وہ بیتِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے اوّل اس لئے

کہ غیاث اللغات تو فارسی زبان کی لغت ہے نہ عربی کی پھر وہ کوئی اعلیٰ درجہ کی مستند اور پرانی کتاب نہیں۔ تیرھویں صدی کے نصف یعنی ۱۲۴۲ھ کی تصنیف ہے۔ اور اس میں بھی صلب کے معنے استخوانِ پشت یعنی ریڑھ کی ہڈی موجود ہیں جو آپ کے خلاف ہیں۔ اسی لئے آپ نے درج نہیں کئے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "غیاث اللغات میں لفظ صلیب کے ذیل میں کہا ہے "بمعنے بردار کردہ شدہ و جہش آنکہ چوں عیسیٰ علیہ السّلام را بر آسمان بردند طرطوس نام شخصے را کہ ہمشکل عیسیٰ علیہ السّلام بود بردار کشیدند و بعد ازاں[^1] واقعہ ترسایاں آنرا عیسیٰ پنداشتہ شکل دار با عیسیٰ از چوب تراشیدہ در گلو آویختند و تعظیمش کردند۔" تو اوّل تو مصنّف نے یہ اپنا عقیدہ لکھ دیا ہے یہ کوئی لغوی نکتہ نہیں جیسا کہ عیسائی لغت نویس "کلمۃ اللّٰہ" کے معنے "اقانیم ثلاثہ" یعنی "تثلیث مقدس" میں سے "اقنوم ثانی" لکھ دیتے ہیں۔ کلمۃ اللّٰہ ھو الاقنوم الثانی من الثالوث الاقدس (منجد و اقرب) بلکہ اسی لفظ صلیب کے معنے انہوں نے یہ لکھے ہیں کہ وہ "لکڑی شریف" جس پر حضرت مسیح مصلوب ہوئے تھے۔ الصلیب، العود المکرم الذی صلب علیہ السیّد المسیح (منجد و اقرب) تو کیا آپ کلمہ اور صلیب کے یہ معنے اس بنا پر کہ عربی کی مشہور و متداول لغات میں لکھے ہوئے ہیں تسلیم کر لینگے؟ دوسرے یہ نوٹ بھی آپ کے خلاف ہے کیونکہ اس میں طرطوس نامی شخص کا مقتول ہونا لکھا ہے۔ تیسرے اس میں بھی بردار کردن کے معنے سُولی پر مارنے کے بتائے ہیں کیونکہ صلیب بمعنے بردار کردہ شدہ کی وجہ میں طرطوس کا مسیح کے بدلے سُولی پر مار دیا جانا (بردار کشیدہ شدہ) لکھا ہے نہ کہ سُولی پر لٹکا کر زندہ اُتار لینا۔ چوتھے۔ اگر آپ غیاث کی عبارت نقل کرنے میں دیانتداری سے کام لیتے تو قارئین پر ظاہر ہو جاتا کہ مصنّف نے صلیب بمعنے بردار کردہ شدہ کی وجہ میں طرطوسی واقعہ نہیں لکھا بلکہ صلیب بمعنے چلیپا کے عیسائیوں کے لٹکائے پھرنے اور اس کی تعظیم کرنے کی وجہ بتائی ہے۔ چنانچہ ساری عبارت یہ ہے صلیب بمعنے سخت و بمعنے بردار نہادہ شدہ و چوبیست کہ ترسایاں در زنار بندند و بفارسی آنرا چلیپا گویند و شکلش ایں باشد + وجہش آنکہ...... الخ"، صفحہ ۲۶۴۔ باقی رہی صراح تو یہ بھی تیرھویں صدی کے اختتام یعنی ۱۲۸۱ھ کی تالیف ہے پھر یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ جیسا کہ اُس کے مصنّف نے دیباچہ میں بتا دیا ہے یہ صحاح جوہری کا ایجاز اور اختصار ہے گویا اسکا اصل

[^1]: اصل عبارت میں "بعد ایں واقعہ" ہے۔ منہ

ماخذ صحاح جوہری ہے مگر اس میں قطعاً کوئی ایسا لفظ نہیں جس میں صلب کے معنی صلیب پر چڑھا کر زندہ اُتار لینے کے ہوں بلکہ وہاں معاملہ برعکس ہے کما سیأتی بیانہٗ فانتظرہ۔ علاوہ ازیں صُراح کا حوالہ بھی آپنے پورا درج نہیں کیا جو آپکی دیانت کے صریح خلاف ہے۔ سُنئے ساری عبارت یوں ہے۔ صلب اُستخوان الطِ پشت۔ صلیب سخت و چربش استخوان ۔۔۔۔ و اصطلاب [illegible] روغن بیرون کردن از استخوان صلیب بردار کردن قولہٗ تعالیٰ ولأُصلّبنّکم فی جُذوعِ النّخلِ (صراح ص۳۲)

اس میں صلب کے معنے پیٹھ کی ہڈی کے لکھے ہیں اور صلیب کے معنے ہڈیوں کی چربی یا مغ۔ اور اسی مادہ سے اصطلاب کے معنے ہڈیوں سے اُن کا روغن نکالنا لئے ہیں۔ سو اِن معنوں کی بنا پر ماصلبوہ کے معنے یہ ہونگے کہ انہوں نے مسیحؑ کی پیٹھ کی ہڈی نہیں توڑی یا اُس کی ہڈیوں کی مغ اور چربی نہیں نکالی یعنی اتنا عرصہ صلیب پر لٹکائے نہیں رکھا کہ وہ مر جائیں آگے صلب کے معنے "بردار کردن" بیشک لکھے ہیں مگر اس کے معنے بھی سولی پر مارنے کے ہیں نہ محض چڑھانے کے کیونکہ جو آیت مثال میں پیش کی ہے اُس میں صلب کے معنے سولی پر چڑھا کر زندہ آتار لینے کے نہیں ہیں۔ اوّل اس لئے کہ یہ معنے قرینہ حالیہ کے خلاف ہیں کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ جب فرعون، حضرت موسیٰؑ کی بعض اعجازی باتوں سے عاجز آگیا اور اُس کو ڈر پیدا ہُوا کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائینگے تو اُس نے بڑی دھوم دھام سے اپنے ملک کے تجربہ کار اور اعلیٰ درجہ کے سحرہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے مقابلہ کے لئے جمع کئے اور ایک مکان سُویٰ میں باہم مناظرہ و مقابلہ شروع ہُوا تمام ملک کی نظریں اسکے نتیجے کی منتظر تھیں فرعون کو اپنے مولویوں کی فتح اور حضرت موسیٰؑ کی شکست کا یقین تھا اور اس انتظار میں تھا کہ کب اس کی فتح اور [illegible] مقابل حریف کی شکست کا اعلان ہوتا ہے۔ مگر معاملہ برعکس نکلا یعنی میدانِ مقابلہ ہی میں فرعون کے نمائندوں نے نہ صرف اپنی شکست اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا اقرار کر لیا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان بھی لے آئے۔ اب ہر دانا سمجھ سکتا ہے کہ اس خلافِ توقع نتیجۂ مناظرہ سے فرعون ایسے متکبّر اور جابر بادشاہ کے دل پر کیا کچھ نہ گذرا ہوگا اور اس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قبولیّتِ عامّہ کا نقشہ کس طرح جم رہا ہوگا۔ یقیناً اُس کے غصّے اور انتقامی جذبے کی آگ اُسکی [illegible] اشتعال انگیز طبیعت کی بھٹی میں بھڑک اُٹھی ہوگی پس ایسی حالت میں اُس سے یہ امید رکھنا کہ وہ اُن اپنے دشمنوں (مگر خدا کے پیاروں) کو صرف اِتنا کہہ کر

کہ "مَیں تمہیں صلیب پر چڑھا کر زندہ اُتار لُونگا" اپنے غیظ و غضب کو فرو کر رہا تھا۔ قیاس۔ عقل۔ اور فہم سلیم کے بالکل خلاف ہے دوسرا ثبوت کہ اس آیت میں فرعون کی دھمکی لَاُصَلِّبَنَّکُمْ کے یہی معنے تھے کہ وہ انہیں بذریعہ صلیب مار دیگا یہ ہے کہ خود مسیحی بھی یہی سمجھتے تھے (روح البیان جلد ۲ صفحہ ۵۸۹) تیسرا ثبوت کہ اُس کا منشاء صلیب پر چڑھا کر زندہ اُتار لینے کا ہرگز نہ تھا بلکہ مار دینے کا تھا یہ ہے کہ اُس نے فی الواقعہ اُن مومنوں کو مروا دیا تھا چنانچہ لکھا ہے قال بن عباسٍ رضی اللّٰہ عنہما کانوا فی اوّل النّہار سَحَرۃً وفی اٰخرہٖ شُہَدَاءَ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۸۱) یعنی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ صبح تو جادوگر تھے مگر شام کو شہید کہلائے نیز ملاحظہ ہو رُوح البیان جلد ۲ صفحہ ۵۹ و تفسیر ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۸ و بحر محیط جلد ۶ صفحہ ۲۶۱۔ اور آپ کے سردار المحدیث" مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں کہ" فرعون نے ان کو مروا دیا اور قتل کروا دیا۔ مگر ہم (اِلٰہُ العٰلمین) نے انکو مضبوط رکھا۔ اور وہ اسی مضبوطی میں دم برابر کر گئے۔ رَحِمَہُم اللّٰہ" تفسیر ثنائی جلد ۵ صفحہ ۹۹۔

پس جبکہ اس آیت میں صلب کے معنے سُولی پر چڑھا کر زندہ اُتار لینے کے نہیں بلکہ مار دینے کے ہیں تو اب یا تو مصنّف کے بیان کردہ معنوں اور پیش کردہ مثال میں عدم مطابقت تسلیم کرنا پڑیگی اور یا "بردار کردن" کا مفہوم وہی تسلیم کرنا پڑیگا جو اس آیت سے ظاہر ہے یعنی سولی پر مارنا۔ کیونکہ محاورے اور استعمال میں اکثر سُولی پر لٹکانا سُولی پر چڑھانا یا سُولی دینا اور سولی پر مارنا یہ سب فقرے ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں ورنہ عربی کتب لُغات میں بھی اس کی کوئی اصلیت ہوتی۔ فتذکروا ولا تکونوا من الغافلین۔ پس آپ نے "بردار کردن" کا جو مفہوم سمجھا ہے ہرگز قابل تسلیم نہیں خصوصاً جبکہ قرآن و احادیث اور دیگر ائمّہ لغت اس مفہوم کی تائید نہیں کرتے جیسا کہ ذیل کی تحقیق سے ظاہر و باہر ہے ۔

Digitized by Khilafat Library

لفظ صلب اور قرآن مجید

(۱) سورۃ یوسف ع ۵ میں ارشاد ہوتا ہے واما الاٰخر فیُصلَبُ فتاکل الطّیرُ من راْسہٖ۔ کہ دوسرا مصلوب ہوگا تو پرندے اُسے کھائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صلب کے نتیجے میں اسکا اس قابل ہو جانا کہ پرندے اسے نوچ نوچ کر کھائیں بدون اسکے متصوّر نہیں کہ وہ سولی پر مر جائے پس یہ آیت فیصلہ کن ہے کہ حقیقۃً مصلوب اس شخص کو ہرگز نہیں کہا جاتا جسکو سُولی پر لٹکا کر زندہ اُتار لیا گیا ہو ۔

دوسری آیت سورۂ مائدہ ع۵ میں فرمایا۔ انما جزاءُ الذین یحاربون اللہ ورسولہٗ ویَسعون فی الارض فساداً أَن یقتّلُوا اَوْ یُصَلّبُوا او تقطّعَ أَیدیھم واَرجلھم من خلافٍ یعنی "وہ لوگ جو فتنہ و فساد کرکے گویا خدا اور اسکے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں چوری اور ڈاکہ زنی کے کام کرتے ہیں اُن کی سزا بس یہی ہے کہ اگر فساد عظیم، قتل وغارت کئے ہیں تو قتل کئے جائیں یا سُولی دیئے جائیں یا اگر فساد کم ہے تو ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کاٹ دِیئے جائیں" (تفسیر ثنائی جلد ۳ صہ۱۳)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی ڈاکو نے اگر قتل وغارت کیا ہے تو بمطابق اَلنّفسُ بالنَّفسِ اور کُتِبَ عَلیکمُ القصاصُ اس قاتل کو قتل کر دیا جائے یا سُولی پر مار دیا جائے اور اگر قتل نہیں کیا صرف زخمی کیا ہے تو بمطابق والجروح قصاص اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، اس سے صاف عیاں ہے کہ یُصَلّبُوا کے معنے "صلیب پر مارے جائیں" کے ہیں نہ یہ کہ صلیب پر لٹکا کر زندہ اتار لئے جائیں۔ کیونکہ اولاً تو یہ سزا اس صورت میں ہے جبکہ ڈاکو نے قتل و غارت کا ارتکاب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اُس مُحارِب مِنَ اللہ ورسولہٖ کی سزا جان سے مار دینا ہو سکتی ہے نہ کہ صلیب پر لٹکا کر کچھ تکلیف دیکر پھر اُسے زندہ اُتار لینا ثانیاً یہ سزا اَنْ یُقَتّلُوا کے بالمقابل واقع ہوئی ہے صرف اِتنا فرق ہے کہ اگر اُس قاتل ڈاکو نے بے دردی اور بے رحمی سے ترسا ترسا کر کسی کو مارا ہے تو اُسے بھی بمطابق جزاءُ سیّئۃٍ سیّئۃٌ مِثلُھا اسی نوع کی سزا دی جائے یعنی صلیب پر لٹکا کر مارا جائے یا جلدی اُتار کر اُس کی ہڈیاں توڑ کر اُسے ہلاک کیا جائے اور اس طرح اُس کی تشہیر بھی ہو جائیگی اور اگر اس نے محض قتل کیا ہے تو اسی طرح اسے قتل کر دیا جائے۔ ثالثاً۔ سُولی پر لٹکا کر پھر زندہ اُتار لینے کی صورت میں جو تکلیف اور سزا ہو سکتی ہے وہ ہاتھ پاؤں کاٹ دینے سے زیادہ نہیں اور یہ قتل و غارت نہ ہونے کی صورت میں علیحدہ بتائی گئی ہے پس اس سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ "مصلوب" صرف اسے کہتے ہیں جو کہ بذریعہ صلیب مقتول ہو ؛

تیسری آیت سورہ طٰہٰ ع۳ میں ہے فلأُقطّعنّ ایدیکم وارجلکم مِنْ خلافٍ ولاُصلّبنّکم فی جذوعِ النخل۔ "یعنی مَیں تمھارے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کٹوا دونگا اور تم کو کھجوروں کے تنوں پر سُولی دونگا۔" (تفسیر ثنائی جلد ۵ صہ۹۸) فرعون کا منشاء لاُصلّبنّکم

سے ہرگز یہ نہ تھا کہ میں تمھیں کھجوروں کے تنوں پر لٹکا دونگا اور پھر زندہ ہی اُتار لونگا بلکہ اسکا یہی منشاء تھا کہ وہ انہیں لٹکائے رکھیگا یہاں تک کہ وہ "مصلوب" ہوجائیں یعنی وہ سُولی ہی پر مرجائیں محض لٹکنے سے جو جسمانی تکلیف ہوسکتی ہے وہ تو ہاتھ اور پاؤں کے کٹنے سے بھی ہوجاتی ہے جو الگ مذکور ہے۔ نیز وہ مومن بندے بھی فرعون کی اس دھمکی سے یہی سمجھتے تھے کہ یہ ہمیں جان سے مار دینے کی دھمکی دے رہا ہے چنانچہ وہ جواباً کہتے ہیں فاقض ما انت قاضٍ (من قتل أو غیرہ۔ تاج التفاسیر جلد ۲ صـ ۱۲) انما تقضی ھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا کہ آپ تو صرف ہماری اس دنیاوی ہی زندگی کا فیصلہ کرسکتے ہیں سو کرگذریں اس کا ہمیں فکر نہیں ؛

Digitized by Khilafat Library

چوتھی آیت سورۃ اعراف ع ۱۴ میں ہے لاُقطّعنّ ایدیکم و ارجلکم من خلافٍ ثمّ لاُصلّبنّکم اجمعین۔ فرعون کی اس دھمکی کے جواب میں کہ تم نے میری خلاف ورزی کی ہے اس لئے میں تمھارے ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالونگا اور سُولی پر مروا دونگا مومن بندے کہتے ہیں قالوا انّا الٰی ربّنا منقلبون کیا ہُوا ہم بھی اپنے ربّ ہی کے پاس جانے کو طیّار بیٹھے ہیں پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں ربّنا افرغ علینا صبرًا و توفّنا مسلمین الٰہی ہمیں اُسکی تکالیف کے مقابلے میں صبر عطا فرما اور غیر طبعی موت سے جس کی یہ دھمکی دے رہا ہے ہمیں بچا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی دھمکی یہ نہ تھی کہ میں سُولی پر لٹکا کر زندہ اُتار لونگا بلکہ سُولی پر مار دینے کی دھمکی تھی اور یہی قرائن حالیہ کا تقاضا ہے کما تقدم سابقًا اور یہی اُن کی دعا توفّنا مُسلِمین میں اشارہ ہے ؛

پانچویں آیت سورہ شعراء ع ۳ میں ہے ولاُصلّبنّکم اجمعین کہ تم سب کو سُولی دیدونگا علاوہ قرائنِ حالیہ کے ایک یہ قرینہ بھی لاُصلّبنّکم کے معنوں کو آشکارا کر رہا ہے کہ انہوں نے اسکے جواب میں کہا لاضیر انّا الٰی ربّنا منقلبون کچھ پروا نہیں ہم پہلے ہی اپنے خدا کے پاس جانے کو طیّار بیٹھے ہیں پس قرآن مجید کی ان پانچ آیات سے صاف ظاہر ہے کہ "مصلوب" حقیقۃً اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو صلیب پر مرجائے ان کے علاوہ دو اور آیات ہیں جن میں صُلب اور اصلاب کے لفظ آئے ہیں جنکے معنے پیٹھ کے ہیں وہ آیتیں یہ ہیں:۔

چھٹی آیت یخرج من بین الصُّلب والترائب (سورۃ طارق)

ساتویں آیت و حلائل ابناءکم الذین من اصلابکم (سورۃ نساء ع ۴)

"اور تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی حرام ہیں" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۳۷) سو اگر آیت ماصلبوہ کا اصل صُلب بمعنے پیٹھ قرار دیا جائے تو بھی مولوی صاحب کا مطلب حل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں اسکے معنے یہ ہونگے کہ انہوں نے حضرت مسیح کی پیٹھ نہیں توڑی گویا آپ ان معنوں میں بھی کہ آپ کی پیٹھ توڑ کر آپ کو جان بحق کیا گیا ہو مصلوب نہیں ہوئے۔

اب اہل انصاف اصحاب غور فرمائیں کہ جب قرآن مجید میں علاوہ متنازعہ فیہ جگہ کے لفظ صلب اپنے مختلف مشتقات میں سات جگہ استعمال ہُوا ہے اور نہایت ہی صراحت و وضاحت کے ساتھ اس کا مفہوم بیان کر دیا گیا ہے تو کیا یہ انصاف کا خون کرنا نہیں ہے کہ صرف حضرت مسیح کی خاطر ایک جگہ اس کے معنے برخلاف تمام آیاتِ قرآنیہ صلیب پر محض چڑھانا کئے جائیں جبکہ باقی تمام آیات میں سے کسی ایک آیت میں بھی یہ معنے نہیں کئے جاتے اور نہ کئے جا سکتے ہیں الانصافُ اولی الاوصافِ۔

لفظِ صلب اور حدیث

احادیث میں بھی لفظِ صلب استعمال ہُوا ہے مگر مولوی صاحب نے اس طرف بھی مطلقاً توجہ نہیں کی ورنہ انہیں اپنی غلطی معلوم ہو جاتی۔ مَیں صرف دُو حدیثیں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ جن سے صلب کے معنوں پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

الحدیث الاوّل:۔ لَمّا قَدِمَ مکّۃَ اَتاہُ اصحابُ الصُّلُبِ۔ کہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مکّہ معظمہ میں تشریف لائے تو حضورؐ کے پاس "اصحاب صلب" آئے۔ اصحابِ صلب کی تشریح میں لکھا ہے۔ ھُم مَن یجمعون العظامَ اذا اُخِذَتْ منہا لحومُہا فیطبخونہا بالماءِ وجمعوا الدّسمَ الخارجَ منہا و تأدّموا بہ وھو جمع صلیبٍ وھو الودکُ۔ یعنی اصحابِ صلب وہ لوگ ہیں جو اُن ہڈیوں کو جن سے گوشت اُتار ا جا چکا ہو، جمع کرتے ہیں پھر انکو پانی سے پکاتے ہیں اور اُن سے جو چکناہٹ نکلتی ہے اُسے جمع کر کے بطور سالن استعمال کرتے ہیں اور صُلُب کا واحد صلیب بمعنے چربی ہے (دیکھو مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ ؛ نہایۃ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۵۔ الدُّرُّ النثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

اس سے بھی صلب کے معنوں پر خوب روشنی پڑتی ہے کہ اس کے معنے ہڈیوں سے چربی نکالنے کے ہیں۔ پس مَا صَلَبُوْہُ کے معنے یہ ہوئے کہ یہود نے حضرت مسیح کو اتنا عرصہ سولی پر نہیں رکھا کہ دھوپ اور گرمی کی وجہ سے پگھل کر آپ کی ہڈیوں سے چربی بہ نکلتی۔ بلکہ چند گھنٹوں کے بعد

آپ کو اُتار لیا گیا تھا۔

الحدیث الثانی:- انّہ استفتی فی استعمال صلیب الموتیٰ فی الدلائل والسّفن فابیٰ دبہ سُمّی المصلوبُ لِمَا یسیلُ مِنْ ودکہٖ (مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۲۵۷۔ نہایۃ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ الدرّ النثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۵) یعنی حدیث علیؓ میں ہے کہ آپؓ سے مُردوں کی چربی کے استعمال کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرتؓ نے نفی میں جواب دیا آگے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے (کہ صلیب کے معنے چربی کے ہیں) سولی پر مارے گئے شخص کو مصلوب کہا جاتا ہے کیونکہ اُس کی بھی چربی بہ نکلتی ہے یعنی سُولی پر کئی دن تک دُھوپ میں بھوکے پیاسے لٹکے رہنے سے وہ مرجاتا ہے اور آخر اُس میں سے چربی بہ پڑتی ہے۔ اس سے تو روز روشن کی طرح معلوم ہوگیا کہ اُس شخص کو جو تھوڑی دیر تک سُولی پر لٹکا کر زندہ اُتار لیا جائے ہرگز مصلوب نہیں کہا جاتا بلکہ مصلوب کہلانے کے لئے

Digitized by Khilafat Library

موت شرط ہے۔

ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ قرآن و حدیث ہر دو کسطرح مولوی صاحب کے خیال اور ادّعائے باطل کا ابطال کر رہے ہیں۔ اب مَیں دکھاتا ہوں کہ لُغت بھی قرآن و حدیث کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس میں بھی لفظ صلب کے وہی معنے تسلیم کئے گئے ہیں جو قرآن و حدیث میں استعمال ہوئے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالجات:-

لفظ صلب کی لُغوی تحقیق

(۱) صحاح جوہری جو کتب متداولہ میں سے سب سے پُرانی اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک بھی "دُنیا میں عربی لُغات کی مستند کتاب ہے"۔ (اہلحدیث ۹/۱۷-۲۱) نیز "لُغت عرب جیس بے نظیر اور معتبر کتاب ہے" (تُرکِ اسلام صفحہ ۳۸) "جس کا مصنّف لُغت کا امام ہے" (اہلحدیث ۱/۱۰-۵) اُس میں لکھا ہے:-

الصلب من الظهر وكل شيءٍ من الظهر فيه فقار فذلك الصُّلْبُ ... والصَّلَبُ بالتحريك لغةٌ في الصلب من الظهر والصليبُ وَدَكُ العظامِ .... والاصطلاب استخراجُ الودكِ من العظام ليؤتدمَ به وصَلَبَهُ يصلبُهُ صَلبا وصَلَّبَهُ ايضاً شُدِّدَ للتكثير قال تعالىٰ "ولأصلّبنّكم في جذوع النخل"۔ حاصل ترجمہ یہ کہ صلب کے معنے ریڑھ کی ہڈی اور صلیب کے معنے ہڈیوں کی مخ کے ہیں اور اصطلاب سالن بنانے کیلئے اس مخ کا نکالنا ہے۔ اور صلّب میں انہی معنوں کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ جیسے اِس آیت میں ہے، ولاصلبنّکم فی جذوع النخل - (۲ و ۳) قاموس (جس کا مصنّف مولوی ثناء اللہ صاحب کے

نزدیک "لغت کا امام ہے" (المحدیث ۱/۲ ۵) اور اس کی شرح تاج العروس کہ یہ بھی پرانی اور معتبر کتب تسلیم کی گئی ہیں ان میں لکھا ہے:۔ صلبہُ القاتلُ وجعلہٗ مصلوبًا وفی لسان العرب والصَّلب ھٰذہ القِتلۃ المعروفۃ واصلہٗ من الصلیب وھو الودک وفی التنزیل وما قتلوہ وما صلبوہ ولٰکن شبّہ لھم وفیہ ولاُصلّبنّکم فی جذوعِ النخلِ .... یُقالُ صلبہ الحر ای احرقہٗ وصلبتہٗ الشمس فھو مصلوب مُحرقٌ .... والصَّلیب الودکُ وبہ سمّی المصلوبُ لما یسیل من ودکہٖ والصلب ھٰذہ القتلۃ المعروفۃ مشتقٌّ من ذٰلک لانّ ودکہٗ وصدیدہ یسیلُ (تاج العروس مصری جلد اوّل ص۳۳۷) یعنی بولتے ہیں صَلَبَہُ القاتِلُ (فلاں آدمی کو اس کے قاتل نے سُولی دیا) اس کے معنے یہ ہوتے ہیں جَعَلَہٗ مصلوبًا کہ اُسے مصلوب بنایا اور مصلوب کے معنے بتانے کیلئے لسان کا حوالہ نقل کیا کہ مصلوب بنانا وہ قتل ہے جسے سب لوگ جانتے ہیں (یعنی موت کی وہ خاص نوع ہے جو علی الصلیب واقع ہوتی ہے) اور صلب کا اصل صلیب بمعنے چربی ہے چنانچہ انہی معنوں میں قرآن شریف میں آیا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولاصلّبنّکم اور جب صلبہُ الحرُّ یا صلبتہُ الشمسُ کہا جائے تو اسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ گرمی اور دھوپ نے اُسے جلا کر پگھلا دیا ہے اور صلیب کے معنے ہیں مخ یا چربی اور مصلوب کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اسکی مخ بہ نکلتی ہے اور صلب (موت کی وہ خاص قسم جو علی الصلیب واقع ہوتی ہے اور جس سے لفظ مصلوب بنا ہے) صلیب بمعنے چربی سے اس لئے مشتق ہے کہ مصلوب کی چربی اور زرد آب بہ نکلتا ہے۔

(۴) لسان العرب جو زبان عربی کی نہایت عظیم الشان اور مبسوط کتاب ہے اس میں صلب کے متعلق لکھا ہے:۔ الصُّلبُ والصُّلَبُ عَظمٌ مِن لَدُنِ الکاھل الی العجب .... الصُّلبُ من الظھر وکل شیءٍ من الظھر فیہ فقار فذٰلک الصُّلبُ الصَّلَبُ بالتحریک لغۃ فیہ .... الصّلیبُ الودک وفی الصّحاح ودک العظام .... صَلَبَ العظام (یَصلُبُھا صلبًا) جمعھا وطبخھا واستخرج ودکھا لیؤتدم بہ وھو الاصطلاب وکذٰلک اذا شوی اللحم فأسالہ .... والصُّلُبُ جمع صلیب والصلیبُ الودکُ والصلیب والصَّلَبُ الصدید الذی یسیل من المیّت والصَّلبُ مصدر صَلَبَہٗ یَصلِبُہٗ صلبا واصلہٗ

من الصليب وهو الودك وبه سمى المصلوب لما يسيل من ودكه والصَّلْبُ هذه القِتلة المعروفة مشتق من ذٰلك لان ودكه وصديده يسيل وفى التنزيل وما قتلوه وما صلبوه وفيه ولاصلّبنّكم فى جذوع النخل والصليبُ المصلوب ...... يقال صلبته الشمس اذا أحرقته فهو مصلوب مُحرَقٌ (لسان العرب جلد۲) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ صُلْب صُلَب اور صَلَب کے معنے ہیں ریڑھ کی ہڈی اور صلیب چربی و مخ کو کہتے ہیں نیز صلیب اور صَلَب وہ پیپ ہے جو میّت سے بہتی ہے اور صلب (پیپ بہنا) مصدر ہے اور اس کا اصل صلیب بمعنے مخ ہے اور مصلوب کو بھی اسی وجہ سے مصلوب کہا جاتا ہے کہ اُس سے مخ اور چربی بہ نکلتی ہے اور صلب، قتل کی مشہور قسم (بذریعہ سُولی مار ڈالنا) اسی سے مشتق ہے اور آیت وما قتلوہ وما صلبوہ اور ولا صلّبنّکم میں بھی صلب کے یہی معنے ہیں اور بولا جاتا ہے صلبتہ الشمس سورج (دھوپ) نے اُسے جلا دیا پس وہ مصلوب محرق (جلا ہوا) ہے۔

سلہ مولوی صاحب اس فقرے پر بڑے مضطرب ہوئے ہیں (کیوں نہ ہوتے قتل سے ہر کوئی گھبراتا ہے) لکھتے ہیں "فِعلة بالکسر کا وزن عربی زبان میں نوعیت ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے چنانچہ شافیہ میں ہے وبکسر الفاء للنوع نحو ضِربة وقِتلة پس صلب کے ضمن میں لسان میں جو القتلة المعروفه کے (نقل مطابق اصل ناقل) لکھا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ صلیب بھی قتل کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ قتل عام ہے چاہے کس طرح مارا جائے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں ایک ان میں سے صلیب بھی ہے" حاشیہ صلے ۶۹ - جواب (بالفاظہ) ہم "آپکی اس علمیت پر ہنسیں یا کیا کریں، دعوی علمیت کا اور قِتلة کے معنے کرتے ہیں "قتل کا ذریعہ" جناب من! علم صرف کے قواعد جانے آپکی بلا! فِعلة بالکسر کا وزن عربی زبان میں نوعیت ظاہر کرنیکے لئے آتا ہے۔ پس صلب کے معنوں میں جو لسان میں القِتلة المعروفة لکھا ہے سو اسکے معنے یہ ہیں کہ صلب قتل کرنیکی ایک قسم ہے۔ کیونکہ قتل عام ہے چاہے کسطرح مارا جائے۔ اسکی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک ان میں سے صلب بھی ہے" گویا قتل جنس ہے اور صلب اسکی نوع، پس صلب میں قتل یعنی موت کا پایا جانا ضروری ہوا۔ اس میں مولوی صاحب نے ایک اور ہوشیاری کی ہے لکھتے ہیں "پس صلب کے ضمن میں لسان میں جو القتلة المعرفة لکھا ہے" حالانکہ "صلب کے ضمن میں" نہیں بلکہ خود صلب ہی کے معنے القتلة المعروفة لکھے ہیں دیگر یہ مغالطہ دیا کہ اس عبارت کے معنے کرتے وقت صلب کے بجائے صلیب کا لفظ لکھدیا ففیہ ما فیہ۔ منہ

(۵) اپنی مشہور اور معتبر کتاب لغت اساس البلاغہ میں لفظ صلب کے متعلق علامہ زمخشری لکھتے ہیں:-
ھٰذا مما آلم قلبی وقسم صُلبی وھو قاسم الاصلاب و صلبُ اللصُ وھو مصلوب و صلیب و صلبت اللصوصُ وجزاءھم أن یصلبوا (جلد ۲ ص۱۶ الصاد مع اللام) یعنی صلب پیٹھ کو کہتے ہیں اور بولتے ہیں صُلِبَ اللصُ چور سُولی دیا گیا اور وہ مصلوب کہلاتا ہے اسی طرح بولتے ہیں چوروں کو پھانسی دی گئی۔ اور انکی سزا یہ ہے کہ انہیں صلیب دیا جائے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب چوروں کی سزا پھانسی تجویز ہو تو اس کا ہرگز یہ منشاء اور مطلب نہیں ہوتا کہ انہیں صلیب پر چڑھا کر پھر زندہ اُتار لیا جائے بلکہ یہی مراد ہوتی ہے کہ انہیں سُولی پر مار دیا جائے ؛

(۶) المصباح المنیر میں لکھا ہے صَلبتُ القاتلَ صلباً من باب ضرب فھو مصلوب .... والصلیب ودك العظم واصطلب الرجل اذا جمع العظام واستخرج صلیبھا وھو الودك لیأتدم بہ ویقال ان المصلوب مشتق منہ والصلب کل ظھر لہٗ فقار (جلد اوّل ص۱۲۳) میں نے قاتل کو پھانسی دی پس وہ مصلوب ہے اور صلیب بمعنے ہڈیوں کی مخ ہے سے مصلوب مشتق ہے کیونکہ اس کی چربی بہ کر نکل جاتی ہے۔ نیز صلیب کے معنے ریڑھ کی ہڈی کے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ "مصلوب" کے لئے موت شرط ہے۔ کیونکہ کسی قاتل کو پھانسی دینے اور اس کے مصلوب ہونے کے صرف یہی معنے ہیں کہ وہ مرگیا۔ جیسا کہ مصلوب کے مشتق منہ صلیب بمعنے چربی سے بھی ظاہر ہے ؛

Digitized by Khilafat Library

(۷) چونکہ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ صلب کے معنے سُولی پر محض چڑھانے کے ہیں۔ موت لازمی نہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک جملہ منفیہ مَا صَلَبَ زَیدٌ بکراً صرف اسی ایک صورت میں صحیح اور سچا ہو سکتا ہے کہ جب بکر، سُولی پر چڑھایا ہی نہ گیا ہو۔ اور اگر چڑھایا گیا ہو تو پھر گو وہ زندہ اُتار لیا گیا ہو یہ جملہ کاذبہ اور قطعاً غلط ہوگا۔ مگر میں ثابت کرتا ہوں کہ مولوی صاحب کے مسلّم "سردار اہلحدیث" مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے نزدیک یہ جملہ اس صورت میں بھی صحیح اور صادق ہوگا۔ جبکہ بکر سُولی پر چڑھایا تو گیا ہو لیکن سُولی پر اس کی موت واقع نہ ہو سکی ہو۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "قرآنی فقرہ مَا صَلَبُوہُ، فصیح بلیغ فقرہ ہے جس کے معنے دو ہو سکتے ہیں (۱) مسیح کو

صلیب دیا ہی نہیں (۲) ، مسیح کو صلیب پر انہوں نے **مارا نہیں**" اخبار اہلحدیث ۱۶ اگست ۱۹۲۹ء ص۲
اِس سے صاف ظاہر ہے کہ "سردار صاحب"[1] کے نزدیک صلب کے معنوں میں **موت لازمی ہے**
ورنہ وہ جملہ منفیہ مَا صَلَبُوْہُ کو ان معنوں میں کہ "مسیح کو صلیب پر انہوں نے مارا نہیں"
"فصیح بلیغ" تو کجا صحیح بھی قرار نہ دیتے۔ جیسا کہ مولوی صاحب کا دعویٰ ہے۔ بلکہ یہانتک
لکھ گئے ہیں کہ "یہ آیت نفی صلیب کے لئے نصّ صریح اور دلیل قطعی ہے **اس کا منکر کافر ہے**"
شہادت ص۶۵۔ ("سردار صاحب" سُنتے ہیں؟)

ان عظیم الشان اور اعلیٰ درجے کی کتب لُغات میں سے کسی ایک میں بھی صلب کے معنے
سُولی پر محض لٹکانا (اور پھر زندہ اُتار لینا) ہرگز نہیں لکھے بلکہ نہایت صفائی اور صراحت سے
یہی معنے دیئے ہیں کہ وہ قتل کا مشہور طریق ہے، اور "قتل کے معنے ہیں جان کو ہلاک کر دینا"
(علم الکلام ص۱۸۵) اور مفردات راغب میں ہے کہ ازالۃ الروح عن الجسد (روح کو
جسم سے نکال دینے) کا نام قتل ہے (حاشیہ نہایہ جلد۳ ص۲۷) پس صلب، جان سے
مار دینے کا ایک طریق ہے اور صلب و قتل میں نسبت عموم خصوص کی ہے یعنی ہر ایک صلب
قتل ہے مگر ہر قتل صلب نہیں صلب صرف خاص ذریعے سے قتل کرنے کا نام ہے۔ اب چوٹ
یا پتھر یا زہر وغیرہ سے کسی پر موت وارد کرنے یا مار ڈالنے کا نام تو بیشک قتل ہے لیکن اگر
کسی شخص کو صرف چوٹ لگائی جائے یا اسے پتھر مارا جائے اور اس سے اس کی موت واقع
نہ ہو تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ وہ شخص قتل ہو گیا اور نہ اس کا نام مقتول ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو
درخت یا لکڑی پر لٹکایا جائے اور پھر اُسے زندہ اُتار لیا جائے تو اُسے مصلوب نہیں کہا
جائیگا کیونکہ مصلوب کے لئے مقتول ہونا لازمی ہے اور جو شخص مقتول نہیں ہُوا وہ مصلوب بھی
نہیں کہلا سکتا۔ پس اس پر مَا قُتِلَ وَمَا صُلِبَ کے الفاظ صادق آ سکتے ہیں۔ گو اُسے پتھر
یا تلوار ماری گئی ہو اور گو وہ صلیب پر لٹکایا گیا ہو لِاَنَّ الصَّلْبَ نوعُ الْقَتْلِ اور جس پر قتل کا
نام نہیں آ سکتا اس پر صلب کا نام بھی نہیں آ سکتا۔ پس مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ وقوع موت
صلب کے معنوں سے خارج ہے بالکل غلط ہے نیز اس لئے کہ اگر وقوع قتل صلب کے معنوں میں

---

[1] گو عموماً ہمارے ہاں "سردار صاحب" سکھوں کیلئے بولا جاتا ہے مگر چونکہ خود مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے "سردار" مولوی
ثناء اللہ صاحب کے حق میں یہ لفظ استعمال کیا ہے (اہلحدیث ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء ص۱۳) اسلئے انکی تقلید میں یہ لکھا گیا ہے منہ

داخل نہیں تو ظاہر ہے کہ جو شخص دوسرے کو صلیب پر چڑھائیگا وہ اِس حالت میں اس کا قاتل بھی نہ ہوگا جبکہ شخص معلق علی الصلیب کو زندہ اُتار لیا گیا ہو۔ اور اس سے لازم آتا ہے۔ کہ صلیب کی بعض ایسی صورتیں بھی ہیں کہ جن میں سُولی پر چڑھانے والے کو قاتل نہ ٹھیرایا جائیگا حالانکہ ائمہ لُغت نے بغیر کسی صورت کے استثناء کے صَلَبَ کا فاعل "قاتل" بیان کیا ہے چنانچہ تاج العروس میں بحوالہ مصباح لکھا ہے صَلَبَہُ القاتلُ جعلہ مصلوبًا جس سے نصف النہار کی طرح عیاں ہے کہ مصلوب صرف مقتول کو کہتے ہیں اور کہ مصلوب کی دو فردیں (مقتول و غیر مقتول) نہیں ہیں بلکہ فقط ایک ہی فرد ہے جس پر لفظ مصلوب کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ وہ شخص صلیب پر جان دیدے۔ پھر اگر مولوی صاحب کا یہ دعوٰی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ شخص بھی جسے صلیب پر سے زندہ اُتار لیا گیا ہو مصلوب کہلاتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مصلوب کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کی مخ، پیپ اور چربی بہ نکلے (یعنی جو بعلّت تصلیب جان دیدے کیونکہ مخ کا بہ نکلنا بدون موت ممکن نہیں) اور ایک وہ جس کی مخ، پیپ اور چربی نہ بہے یعنی وہ زندہ ہی اُتار لیا گیا ہو (کیونکہ زندہ شخص کی مخ نہیں بہتی) حالانکہ تمام ائمہ لُغت نے بغیر کسی استثناء کے مصلوب کی صرف ایک ہی حالت اور ایک ہی صورت بیان کی ہے اور وہ یہ کہ اُس کی مخ اور پیپ بہ نکلتی ہے اور یہی مصلوب کو مصلوب کہنے کی وجہ بیان کی ہے جیسا کہ لسان العرب، تاج العروس اور مجمع البحار وغیرہ کے حوالجات میں یہ عبارت گذر چکی ہے:۔ الصلیب الودك وبه سمی المصلوب لما یسیل من ودکه ولان ودکهٗ وَصَدیدَہٗ یسیلُ پھر لکھا ہے الصَّلَبُ الصدید الذی یسیل من المیّت کہ صلب اس پیپ کو کہتے ہیں جو میّت سے نکلے۔ پس مصلوب وہی شخص ہوگا جو مر جائے اور اس سے پیپ نکلے۔ پس کسی ایک امامِ لُغت کا بھی یہ تصریح نہ کرنا کہ وہ شخص بھی مصلوب کہلاتا ہے جسے صلیب پر سے زندہ اُتار لیا جائے اور اس طرح اُس کی مخ نہ بہے مولوی صاحب کے دعوٰی کو باطل کرتا ہے وھٰذا غیر خفی علٰی من له شیءٌ من الفھم۔

"مولوی صاحب! یاد رکھئے! لُغت کی کسی کتاب میں آپکی تائید نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے یہ صرف آپ ہی کا اختراع ہے اور مصنّفین گذشتہ پر افتراء" میں علٰی وجہ الیقین کہتا ہوں کہ قرآن مجید، احادیث اور لُغات عربیہ سے ہمارے مخالفین ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ مصلوب کے حقیقی، اصلی اور وضعی معنے اس شخص کے ہیں جو صلیب سے زندہ اُترا ہو+

آیت ماصلبوہ میں صلب کے معنے۔

لفظ صلب کی تحقیق قرآن مجید، احادیث اور لغات عرب کے بعد اب مَیں یہ ثابت کرتا ہوں کہ کسی اور آیت یا کسی حدیث یا کلام عرب میں بالفرض اگر صلب کے معنے صلیب پر لٹکا کر زندہ اُتار لینے کے ہوں تو ہوں مگر آیت مانحن فیہا میں یہ معنے ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔

پہلا ثبوت تاج العروس اور لسان العرب ایسی دو عظیم الشان کُتب لُغات میں سے اوپر گذر چکا ہے کہ الصليب هو الودك الصَّلْب هذه القتلة المعروفة مشتق من ذلك لان ودكه وصديده يسيل وفي التنزيل العزيز وما قتلوه وما صلبوه ولاصلّبنّكم في جذوع النخل کہ صلب جو ایک مشہور طریق سے قتل کرنیکا نام ہے یہ بھی صلیب بمعنے ودك (مخ) ہی سے مشتق ہے کیونکہ مصلوب کی مخ اور پیپ بہ نکلتی ہے آگے لکھتے ہیں وفي التنزيل العزيز وما قتلوه وما صلبوه کہ قرآنِ عزیز کی آیت وماصلبوہ میں صلب کے یہی معنے ہیں، دیکھئے دو امامِ لُغت کس قدر تصریح اور توضیح سے صلب کے معنے بذریعہ سولی قتل کرنے اور مار ڈالنے کے بتا کر مثال میں یہی آیت پیش کرتے ہیں۔ کیا اب بھی آپ ضد نہ چھوڑینگے اور ماصلبوہ کے معنے یہی کرتے رہیں گے کہ انہوں نے مسیحؑ کو سُولی پر چڑھایا نہیں۔ پھر یہ بھی غور کریں کہ یہ دونو امامِ لُغت اس آیت کے علاوہ اپنے معنوں کی تائید میں ایک اور آیت بھی لکھتے ہیں جو یہ ہے ولاصلّبنّكم في جذوع النخل مولوی صاحب! خدا لگتی کہیں، کیا اس آیت میں بھی صلب کے یہی معنے ہیں کہ مَیں تمہیں کھجور کے تنوں پر لٹکاؤنگا اور پھر زندہ اُتار دونگا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایماناً بتائیں جو آیت انہوں نے نمبر اوّل پر لکھی ہے اس میں کیوں آپ حیل و حُجّت اور لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں کیا اس آیت کے ساتھ ہی بلکہ اس سے پہلے آیت وماصلبوہ کو پیش کرنا اس بات کا یقینی ثبوت نہیں ہے کہ ان دو اماموں کے نزدیک وماصلبوہ میں صلب کے وہی معنے ہیں جو ولاصلّبنّكم میں ہیں فافهم ولا تكن من الممترين۔

دوسرا ثبوت کہ آیت ماصلبوہ میں بہر حال صلب کے معنے صلیب پر مارنے ہی کے ہیں نہ لٹکا کر زندہ اُتار لینے کے، مفسّرین کی شہادت ہے۔ چنانچہ تمام وہ مفسّرین جو مسیحؑ کے بدلے کسی غیر کا مصلوب ہونا سمجھتے ہیں وہ اِس آیت میں یہی معنے لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جملہ منفیہ (ماصلبوا) ہی اس زعمی غیر کے حق میں بعد از حذف حرف نفی استعمال ہُوا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک صلب کے لئے موت شرط ہے کیونکہ وہ غیر مسیحؑ کو مصلوب بایں معنے کہتے ہیں کہ وہ مر چکا تھا۔

(ملاحظہ کریں اپنی پندرہ کتب تفسیر بلکہ ان کے علاوہ بھی)

تیسرا ثبوت آپ کے مسلّم "سردار اہلحدیث" مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے "حیات مسیح کی ایک زبردست دلیل پیش" کرتے وقت آیت ماقتلوہ وماصلبوہ کا ترجمہ یہ کیا ہے:- "نہ انہوں نے مسیح کو قتل کیا نہ سُولی پر مارا" پھر لکھتے ہیں "نہ قتل **مرے** نہ صلیب سے" (ثنائی پاکٹ بُک صفحہ ۵۸ مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مطبوعہ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء) نیز لکھا "نہ مسیح کو **قتل** سے مار سکے نہ **سُولی** سے" اہلحدیث ۹ر اگست سنہ ۲۹ء

چوتھا ثبوت مُسلم پاکٹ بک میں (جس پر مولوی شبیر احمدؒ صاحب عثمانی دیوبندی ایسے "دبنحریر" نے تقریظ پُر تعریف لکھی ہے) مولوی محمد مُسلم صاحب دیوبندی آیت ماصلبوہ میں "صلب کے معنے محض سُولی پر چڑھانا" کی تردید کرنے کے بعد لکھتے ہیں "اِسلئے یہی کہنا پڑیگا کہ **صلب** کے معنے **مارنے** کے ہیں .... اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے" صفحہ ۱۲۹ پھر صفحہ ۱۴۱ پر یہ سوال درج کرکے کہ "آیت میں قتل اور صلب دونوں کی نفی کرنے کی کیا ضرورت تھی" جواباً لکھتے ہیں "اگرچہ **صلب** بھی **قتل** کرنے کی ایک صورت ہے۔ اور **قتل** کی نفی سے **صلیب** کی نفی ہو جاتی ہے لیکن عرف میں **قتل** اسی پر بولا جاتا ہے جو **سُولی** کے بغیر ہو اس لئے اگر ایک کو ذکر کیا جاتا تو دوسرے کی نفی رہ جاتی اور مقصد حاصل نہ ہوتا"

Digitized by Khilafat Library

پانچواں ثبوت خود مولوی ابراہیم صاحب کے بیان کردہ معنے بھی اسی صورت میں ہوسکتے ہیں کہ یہاں مصلوب کیلئے موت لازمی سمجھی جائے۔ چنانچہ اس آیت کے معنے انہوں نے یہ کئے ہیں:- وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن قتلوا وصلبوا من شبہ لھم (صفحہ ۸) اب مولوی صاحب بتائیں کہ کیا شبیہ مسیحؑ کے مصلوب ہونے کے یہی معنے ہیں کہ وہ صلیب پر محض چڑھایا گیا تھا۔ مرا نہ تھا؟ -

چھٹا ثبوت اِس آیت کا سیاق ہے کیونکہ یہود کے دعویٰ انا قتلنا المسیح کی تردید ماقتلوہ وماصلبوہ کرنے کے بعد فرمایا ولکن شبہ لھم اور ظاہر ہے کہ حرف لٰکن استدراک کے لئے آتا ہے۔ جس کے لُغوی معنے تدارک مافات کے ہیں اور عند النحاۃ دفع الوھم المتولد من الکلام المتقدم دفعاً شبیھاً بالاستثناء کا نام استدراک ہے (ملاحظہ ہو مطول ومجیب الندا فی شرح قطر الندا) اور استعمال لٰکن کے لئے ایک یہ شرط بھی ہے کہ مخاطب مابعد لٰکن کو خبر ماقبل میں داخل سمجھتا ہو۔ للعلقۃ بینھما۔ چنانچہ علّامہ ابن یعیش لکھتے ہیں:-

لکن تستعمل اذا قدر المتکلم ان المخاطب یعتقد دخول ما بعد لکن فی الخبر الذی قبلہا اما لکونہ تبعًا واما المخالطۃ موجب ذٰلک فتقول ماجاءنی زید لکن عمرو فتخرج الشک من قلب المخاطب اذ جاز ان یعتقد ان عمرًا ماجاء مع ذٰلک فاذا لم یکن بین عمرو و بین زید علقۃ تجوز المشارکۃ لم یجز استعمال لکن (شرح مفصل زمخشری ص۱۱۴۱) اور مطول میں ہے۔ انما یقال ماجاءنی زید لکن عمرو لمن اعتقد ان المجیئی منتفٍ عنہما جمیعًا لا لمن اعتقد ان زیدًا جاءک دون عمرو. (ص۹۳) پس جب قتل وصلب عن المسیح کی نفی کی گئی۔ تو وہم پیدا ہوا کہ شاید مسیح کے ساتھ کوئی بھی ایسا معاملہ نہیں ہوا۔ جس کو مقتولیت و مصلوبیت کے ساتھ مشابہت صوری بھی ہو، تو اس وہم کا دفیعہ یوں کیا گیا کہ ہاں مسیح کی حالت، مقتول و مصلوب کی سی ہو گئی تھی۔ جس سے اس کو فی الواقع مقتول و مصلوب سمجھ لیا گیا۔ وھٰذا کما فی قولہ تعالٰی ولکن رسول اللہ۔ پس اگر اس آیت میں نفی صلب سے صلیب پر چڑھنے کی نفی مراد ہے تو ظاہر ہے کہ پھر کلمۂ لکن کا لانا جو موضوع للاستدراک و متضمن معنی استثناء ہے۔ غلط اور عبث ٹھیرتا ہے. و تعالٰی کلامہ تعالٰی عن ذٰلک۔ اور وہ وہم جو ہمارے مخالفین کو ہوا ہے۔ اس کا مفصّل ازالہ، انشاء اللہ اپنے موقعہ پر کیا جائیگا۔ یہاں صرف اتنا معروض ہے کہ اس صورت مجوزہ میں، صراحت کی ضرورت تھی. مثلاً ولکن قتلوا وصلبوا شبیہ عیسٰی واین ھٰذا من ذٰلک۔ پس قرآن و حدیث اور لغتِ عرب بالاتفاق یہ بتا رہے ہیں کہ مصلوب وُہی شخص ہے جو بذریعہ صلیب مقتول ہو۔ اور جسے صلیب پر لٹکا کر پھر زندہ اُتار لیا جائے وہ فی الحقیقت مصلوب نہیں کہلا سکتا پھر مَیں نے خصوصیت سے آیت ما صلبوہ کے متعلق ثابت کر دیا ہے کہ اس میں بہر حال صلب کے وہ معنے نہیں جو مولوی صاحب مراد رکھتے ہیں۔ ہاں، مولوی صاحب بڑے طمطراق سے ایک سوال پوچھتے ہیں اس کا یہاں جواب دینا مناسب معلوم دیتا ہے۔ لکھتے ہیں "اچھا اگر عربی زبان میں صلب کے معنے سُولی پر چڑھا کر مارنا اور مصلوب کے معنے سُولی پر چڑھا کر مارا ہُوا ہیں تو صرف سُولی پر چڑھانے اور سُولی پر چڑھائے ہوئے کے لئے کیا لفظ ہیں" ص۴

جواب:- اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ مقتول کے معنے ہیں وہ شخص جسے تلوار، پتھر یا کسی اور چیز کی چوٹ سے فی الواقعہ جان سے مار دیا جائے اور اس کی رُوح اسکے جسم سے خارج کر دیجائے

مگر مولوی صاحب بتائیں کہ وہ شخص جس پر تلوار سے حملہ کیا جائے اور اُسے چوٹیں بھی آئیں مجروح اور زخمی بھی ہو لیکن اُس کی موت واقع نہ ہو تو عربی زبان میں اس کے "لئے کیا لفظ ہیں؟" کیا اس کو مقتول کہنا جائز ہوگا یا نہیں۔ اُمید ہے کہ جب اس حقیقت پر غور کرینگے تو خود بخود اپنی غلطی پر آگاہ ہو جائیں گے۔ دوسرے بطور مجاز اگر اس کو بھی مصلوب کا نام دے دیا جائے تو اس سے صلب کے معنوں میں موت کا لزوم باطل نہیں ہو سکتا۔ وھذا لایخفیٰ علیٰ ذِی فطانۃٍ والخطابُ معہٗ ٭

اپنے معنوں کی تائید میں مولوی صاحب نے دوسرا ثبوت یہ پیش کیا ہے کہ "جو الفاظ افعال کے لئے موضوع ہیں وہ صرف ان کی ابتدائی صورت کے لئے ہیں نتیجہ انمیں داخل نہیں ہوتا" اور اس کے ثبوت کے لئے آپ "قواعد فقہ یا علم بیان کی کوئی کتاب پڑھنے" کی ہدایت کرتے ہیں مگر قرآن مجید، حدیث اور لُغاتِ معتبرہ سے لفظِ صلب کی حقیقت واضح کر دینے کے بعد مجھے اس کے جواب کی ضرورت نہیں اور نہ اس غرض کے لئے "قواعدِ فقہ یا علمِ بیان کی کوئی کتاب پڑھنے" کی حاجت ہے۔ لیکن مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عرف لُغوی میں افعال کے متعلق یہی اصل اور قانون مقرر ہے کہ جب وہ بولے جاتے ہیں تو ہمیشہ ان سے مراد ان کا وقوع ہوتا ہے ولعل ھٰذا لایخفی علی اللبیب۔ چنانچہ مغنی اللبیب میں، محقق، علامہ، ابن ہشام انصاری "ذکر امور کلیہ" کی ذیل میں لکھتے ہیں۔ انھم یعبرون بالفعل عن امور احدھا **وقوعہ وھوالاصل** کہ افعال کی تعبیر کئی امور سے کی جاتی ہے۔ ان میں سے پہلا امر ان کا وقوع ہے۔ اور یہی اصل ہے۔ مغنی مصری جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ اور پھر افعال کی "ابتدائی صورت" کی ابتدا تو ارادۂ فاعل سے ہوتی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ آپ فعل قتل و صلب کی نفی سے یہود کے ارادۂ قتل و صلب کی نفی مراد لیں تاکہ "تحقیق" اپنے کمال کو پہنچ سکے ٭

اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تیسرے نمبر پر مولوی صاحب نے مولوی مبارک علی صاحب مرحوم کی بعض عبارات پیش کی ہیں "کہ ان میں صلب بمعنے سولی پر چڑھانا مستعمل ہوا ہے"

اقول اوّلاً۔ مجھ پر اس کا جواب واجب نہیں۔ ثانیاً۔ اگر آپ تأمّل صادق سے غور کرینگے تو یقیناً اپنی خطا محسوس کر لینگے کیونکہ ان عبارات میں مولوی صاحب مرحوم کی مراد صلب بمعنے سولی پر چڑھانا ہرگز نہیں اور تفسیر القول بما لایرضی بہ القائل لیس بحسن

آپ کے "سردار صاحب"، کا مسلّم و پسندیدہ اصل ہے۔ (ترک اسلام ص۱۵) در اصل آیت ما صلبوہٗ میں چونکہ صلب کی نفی کی گئی ہے اور عقلاً و امکاناً یہ نفی دو نو صورتوں میں صحیح ہو سکتی ہے یعنی اِس صورت میں بھی کہ حضرت مسیحؑ سرے سے صلیب پر چڑھائے ہی نہ گئے ہوں (گو تاریخی اور واقعی طور پر ایسا ثابت نہیں) اور اِس صورت میں بھی کہ چڑھائے تو گئے ہوں مگر موت واقع نہ ہوئی ہو (جیسا کہ حقیقت نفس الامری یہی ہے) اس لئے مرحوم نے صورت اولیٰ کے وہم کا ازالہ کرنے کے لئے یہ تمام عبارات لکھی ہیں۔ جس سے آپکو ان کے خلاف مقصود کا وہم ہو گیا۔ فارجع البصر مرة اخری۔

بحث کلمۂ لکن

اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ ایک اور شخص حضرت مسیح علیہ السّلام کا ہم شکل ہو کر یہود کے ہاتھ سے مقتول و مصلوب ہُوا تھا۔ کلمہ لکن کے متعلق کتاب مغنی اللبیب میں سے ایک عبارت نقل کر کے مولوی صاحب لکھتے ہیں

"اب تو خوب دیکھ لیا یا نہیں کہ جس طرح ما قامَ زیدٌ ولکن عمرٌو میں قام محذوف ہے اور آیت ولکن رسول اللّٰہ میں کَانَ محذوف ہے اور کان اور قامَ وہی افعال ہیں جو پہلے جملوں میں نفیاً مذکور ہیں اسی طرح ما قتلوہٗ وما صلبوہٗ ولکن شبہ لھم میں تقدیرِ عبارت یوں ہے ولکن قتلوا وصلبوا من شبّہ لھم" ص۸۰

اقول:۔ ان مدّعیان علم و فضل کی حالت پر تعجّب آتا ہے کہ کس طرح ایک بعید از عقل و قیاس زعمِ باطل کے ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور علم و عقل سے کوسوں دور باتیں لکھ رہے ہیں خود مغالطہ میں پڑے ہیں یا دوسروں کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حالت پر رحم فرمائے؛

مولوی صاحب کا مدّعا یہ ہے کہ کلمۂ لکن سے ماقبل جو افعال نفیاً مذکور ہوں وہی افعال مابعد عبارت میں اثباتاً محذوف ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب یا تو "بے سمجھی میں کامل ہیں" یا پھر "دھوکا دہی میں کمال رکھتے ہیں"؛ مولٰنا! اگر آپ کا یہ من گھڑت قاعدہ ایسا ہی اٹل، محکم اور عام ہے کہ جہاں بھی کلمہ لکن آجائے وہاں اس کا اجرا ضروری ہے تو پھر مندرجہ ذیل آیات میں بھی اسے جاری کر کے دکھائیں:۔

لکن اور قرآن کریم

(۱-۲) وما ظلمھم اللّٰہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔ آل عمران ع ۱۲۔ نحل ع ۴۔ اور نہ ظلم کیا تھا اللّٰہ نے انپر

لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ۔ اب اگر مولوی صاحب کا قاعدہ یہاں جاری کیا جائے تو ترکیب عبارت یوں بن جائے گی۔ وما ظلمهم الله ولكن ظلمهم الله من كانوا انفسهم يظلمون اور معنے یہ ہونگے کہ خدا نے انپر ظلم نہیں لیکن اللہ نے ظلم کیا ان پر جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا۔ ان الله ليس بظلام للعبيد۔ (آل عمران ع[19]) (وقال) وما انا بظلام للعبيد (ق ع[2])

(۳-۴) فما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون۔ (توبہ ع[9] و روم ع[1])

(۵-۶) وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (ھود ع۹)

(۷) وَمَا ظلمنٰهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون۔ (نحل ع[15])

(۸) وما ظلمنٰهم ولكن كانوا هم الظالمين۔ (زخرف ع۷)

(۹) وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون (عنكبوت ع[4])

(۱۰-۱۱) وما ظلمونا ولكن كانوا انفسهم يظلمون۔ بقرہ ع[6]۔ اعراف ع۲۰)

(۱۲) ولو يؤاخذ الله الناس بما كسبوا ما ترك علىٰ ظهرها من دابة ولكن يؤخرهم الىٰ اجل مسمًّى۔ (فاطر ع۵)

(۱۳) وما كنتم تستترون ان يشهد عليكم سمعكم ولا ابصاركم ولا جلودكم ولكن ظننتم ان الله لا يعلم كثيرا مما تعملون (حم سجدہ ع[3])

(۱۴) ولو يؤاخذهم الله الناس بظلمهم ما ترك عليها من دابة ولكن يؤخرهم الى اجل مسمى (نحل ع[8])

(۱۵) ما كنت تدرى ما الكتب ولا الايمان ولكن جعلناه نورا نهدى به من نشاء من عبادنا۔ (شوریٰ ع[5])

(۱۶) قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا ولما يدخل الايمان فى قلوبكم (حجرات ع[2])

(۱۷) قال قرينه ربنا ما اطغيتهٗ ولكن كان فى ضلٰل بعيد (قٓ ع[2])

اس کے ساتھی نے کہا اے ہمارے رب میں نے اس کو سرکش نہیں کیا تھا لیکن وہی تھا دور کی گمراہی میں۔

Digitized by Khilafat Library

اب یہاں بھی مولوی صاحب کے قاعدہ کے مطابق یہ ترکیب بن جائیگی ما اطغيتهٗ

ولکن اطغیتہٗ من کان فی ضلٰلٍ بعید کہ مَیں نے اس کو سرکش نہیں کیا تھا لیکن مَیں نے سرکش کیا اس کو جو تھا دُور کی گمراہی میں وفسادہٗ ظاہرٌ۔

(۱۸) فَلَاصَدَّقَ وَلَاصَلّٰی وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی (قیامۃ ع) پس نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی لیکن اس نے تکذیب کی اور اس نے مُنہ پھیر لیا۔ اس کی ترکیب بمطابق، بیان مولوی صاحب یہ ہوگی۔ فلاصدق ولا صلی ولکن صدق وصلّی من کذب وتولی۔ یعنی پس نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی لیکن اس نے تصدیق کی اور نماز پڑھی جس نے تکذیب کی اور مُنہ پھیرا۔ وھُوکَمَا تَرٰی۔

(۱۹) فلولا اذ جاءھم بأسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم۔ پس کیوں انہوں نے، جب ہمارا عذاب ان کے پاس آیا، گریہ وزاری نہ کی، لیکن انکے دل سخت ہوگئے۔ اب مولوی صاحب کے خیال کے موافق یہ آیت یوں بن جائیگی۔ فلولا اذ جاءھم بأسُنا تضرعوا ولکن تضرعوا من قست قلوبھم کہ کیوں انہوں نے جب ہمارا عذاب ان کے پاس آیا۔ گریہ وزاری نہ کی لیکن گریہ وزاری کی انہوں نے جن کے دل سخت ہوگئے۔ نعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات۔

Digitized by Khilafat Library

اصحاب عقل و فہم معلوم کر چکے ہیں کہ قرآن مجید نے کس طرح مولوی صاحب کے قاعدہ کاسدہ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ اور ان کی علمی بے بسی یا مغالطہ کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب لکن کے بعد فعل مصرح ہو تو پھر کوئی اور فعل داخل نہیں کیا جا سکتا۔ جیساکہ ولکن شُبِّہَ لھم میں مابعد لکن شُبِّہَ فعل مصرح ہے۔ ہاں اگر مابعد فعل مذکور نہ ہو۔ تو پھر مقدر نکالا جائے گا۔ جیسے ما قام زید و لکن عمرو۔ اور ما کان محمّد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ میں۔ چنانچہ اس امر کی تصریح کُتب نحو میں موجود ہے ؎۔

لکن اور علم نحو و لُغت

اب مَیں بتاتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب نے کلمہ لکن کے استعمال اور اس کا حکم سمجھنے میں خطرناک ٹھوکر کھائی ہے۔ یا عمداً دھوکہ دینا چاہا ہے۔ لکھتے ہیں۔ "قال ابن ھشام معزیًا الی ابن مالکؒ انہ

لکن غیر عاطفة والواو عاطفة بجملة حُذف بعضها علی جملة صرح بجمیعها قال فالتقدیر فی نحو ما قام زید ولکن عمرو ولکن قام عمرو وفی ولکن رسول الله ولکن کان رسول الله مغنی جلد ۲ صـ" (شہادت صـ۷۹)

اقول:۔ اوّل تو مولوی صاحب نے حسب عادت پوری عبارت نقل نہیں کی۔ بلکہ سیاق سباق سے کاٹ کر لکھدی ہے۔ اس لئے اولاً میں اس عبارت کو مع ماقبل و مابعد لکھتا ہوں۔ پھر ان کی چالاکی اور دھوکہ دہی ظاہر کروں گا:۔

(لکن) ساکنة النون ضربان، مخفّفة من الثقیلة وهی حرف ابتداء لا تعمل خلافاً للاخفش ویونس لدخولها بعد التخفیف علی الجملتین وخفیفة باصل الوضع فإن ولیها کلام فهی حرف ابتداء لمجرّد افادة الاستدراك ولیست عاطفة ویجوز ان تستعمل بالواو نحو ولٰکن کانوا هم الظالمین وبدونها نحو قول زهیر ؎

ان ابن ورقاء لا تخشی بوادره ٭ لکن وقائعه فی الحرب تنتظر

وزعم ابن ابی الربیع انها حین اقترانها بالواو عاطفة جملة علی جملة وانه ظاهر قول سیبویه وإن ولیها مفرد فهی عاطفة بشرطین احدهما ان یتقدمها نفی او نهی نحو ما قام زید لکن عمرو ولا یقم زید لکن عمرو فان قلت قام زید ثم جئت بلکن جعلتها حرف ابتداء فجئت بالجملة۔ فقلت لکن عمرو لم یقم واجاز الکوفیون لکن عمرو علی العطف ولیس بمسموع الشرط الثانی ان لا تقترن بالواو وقاله الفارسیّ واکثر النحویّین وقال قوم لا تستعمل مع المفرد الّا بالواو واختلف فی نحو ما قام زید ولکن عمرو علی اربعة اقوال احدها لیونس أن لکن غیر عاطفة والواو عاطفة مفرداً علی مفرد (الثانی) لابن مالك ان لکن غیر عاطفة والواو عاطفة لجملة حذف بعضها علی جملة صرح بجمیعها قال

فالتقدیر فی نحو ما قام زید ولکن قام عمرو فی ولکن رسول اللہ ولکن کان رسول اللہ وعلۃ ذلک ان الواو لا تعطف مفردا علی مفرد مخالف لہ فی الایجاب والسلب بخلاف الجملتین المتعاطفتین فیجوز تخالفہما فیہ نحو قام زید ولم یقم عمرو (والثالث) لابن عصفور ان لکن عاطفۃ والواو زائدۃ لازمۃ (والرابع) لابن کیسان ان لکن عاطفۃ والواو زائدۃ غیر لازمۃ۔ یعنی لکن کی دو قسمیں ہیں (۱) مخففہ (من الثقیلۃ) (۲) خفیفہ (باصل الوضع) اوّل الذکر حرف ابتدا ہے جو عمل نہیں کرتا۔ خلافاً للاخفش ویونس۔ کیونکہ وہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ اور ثانی الذکر کے بعد اگر کلام ہو تو یہ حرف ابتدا ہے اور مجرد افادہ استدراک کے لئے ہوتا ہے، عاطفہ نہیں ہوتا۔ پس جائز ہے کہ و کے ساتھ استعمال ہو۔ جیسے قرآن مجید میں ہے ولکن کانوا ہم الظالمین (گویا اس صورت میں و عاطفہ ہوگا) اور جائز ہے کہ اس کے بغیر استعمال ہو۔ جیسے زہیر بن ابی سلمی کے اس شعر میں ہے

س ان ابن ورقاء لا تخشی بوادرہ ÷ لکن وقائعہ فی الحرب تنتظر

اور ابن ابی الربیع کا خیال یہ ہے کہ جب اس کے ساتھ و مل جائے تو یہ عاطفہ یعنی جملہ کا جملے پر عطف ڈالنے والا ہوتا ہے۔ اور یہی سیبویہ کا ظاہر قول ہے اور اگر اس کے بعد کلام نہ ہو بلکہ مفرد ہو۔ تو پھر یہ عاطفہ ہوگا مگر دو شرطوں کے ساتھ (۱) اس سے قبل نفی یا نہی ہو۔ جیسے ما قام زید لکن عمرو اور لا یقم زید لکن عمرو۔ پس اگر ماقبل نفی یا نہی نہ ہو۔ تو پھر یہ حرف ابتدا ہوگا اور اس صورت میں اس کے بعد جملہ لانا پڑیگا۔ جیسے قام زید لکن عمرو لم یقم۔ ہاں کوفیوں نے اس کو عاطفہ قرار دیکر اس کے بعد مفرد لانا بھی جائز رکھا ہے۔ پس وہ قام زید لکن عمرو بھی بول لیں گے مگر (بصریوں کے نزدیک) یہ غیر مسموع (ہونے کی وجہ سے ممنوع) ہے۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ حرف و نہ ہو۔ جیسا کہ الفارسی نحوی اور دیگر اکثر نحویوں کا قول ہے اور بعض نحویوں (کا بن خروف وغیرہ) کا مذہب یہ ہے کہ لکن عاطفہ مفرد کے ساتھ بغیر الواو استعمال نہیں ہوتا۔ اور ما قام زید ولکن عمرو

ایسی صورت میں نحویوں کے چار قول ہیں۔ (۱) یونس کے نزدیک لکن غیر عاطفہ اور وَ عاطفہ مگر مفرد کے مفرد پر عطف کے لئے ہے (۲) ابن مالک کے نزدیک لکن غیر عاطفہ اور وَ عاطفہ مگر محذوف البعض جملے کے جملہ مصرحہ بجمیعہا پر عطف کے لئے ہے۔ پس ما قام زید و لکن عمرو میں تقدیر عبارت یہ ہوگی ما قام زید و لکن قام عمرو اور لکن رسول اللہ میں و لکن کان رسول اللہ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وَ عطف مفرد علیٰ مفرد مخالف لہ فی الایجاب والسلب کیلئے نہیں آتا۔ بخلاف الجملتین المتعاطفتین کہ ان کا تخالف اس میں جائز ہے۔ جیسے قام زید ولم یقم عمرو۔ (۳) تیسرا مذہب ابن عصفور کا ہے کہ لکن عاطفہ اور وَ زائدہ لازمہ ہے۔ (۴) ابن کیسان کے نزدیک لکن عاطفہ اور وَ زائدہ غیر لازمہ ہے۔ مغنی اللبیب مصری جلد اوّل صفحہ ۲۲۶[1] و لغت کی کتب مبسوطہ۔

خلاصہ یہ کہ حرف لکن کے استعمال کی تین صورتیں ہیں (۱) جب اس کے بعد جملہ اور کلام ہو، اس صورت میں لکن عاطفہ نہیں ہوتا بلکہ ابتدائیہ ہوتا ہے جو استدراک کا فائدہ دیتا ہے گویا پچھلے جملے کو پہلے جملے کے ساتھ اعراب کا کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ دوسرا علیحدہ جملہ اور کلام ہوتا ہے۔ (۲) جب اس کے بعد مفرد ہو پھر اگر ماقبل نفی یا نہی ہے اور لکن کے ساتھ حرف واو نہیں تو یہ عطف کے لئے ہوگا۔ (۳) پھر بتایا کہ اگر ماقبل جملہ منفیہ اور مابعد مفرد ہو اور لکن کے ساتھ واؤ ہو جیسے ما قام زید و لکن عمرو۔ تو اس کے متعلق نحویوں کے چار مذہب ہیں۔ پہلا یونس کا ہے کہ یہ مفرد کے مفرد پر عطف کے لئے ہے۔ دوسرا مذہب ابن مالک کا ہے جو مولوی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ تیسرا ابن عصفور کا ہے کہ یہ عاطفہ ہے اور حرف واؤ زائدہ لازمہ ہے۔ اور چوتھا مذہب ابن کیسان کا ہے کہ لکن عاطفہ ہے اور واؤ زائدہ غیر لازمہ ہے *

اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے نقل عبارت میں دیانت سے کام

---

[1] مولوی صاحب نے "جلد دوم" کا حوالہ دیا ہے جو درست نہیں۔ منہ

نہیں لیا یعنی ایک تو یہ خیانت کی کہ پہلی اور دوسری صورت کا نہ ذکر ہی کیا اور
نہ اُن کا حکم ہی بتایا اور یہ محض اس لئے کہ اگر لٰکن کے مابعد جملہ اور کلام
والی صورت کا ذکر کرتے اور اس کا حکم بتاتے تو قارئین سمجھ جاتے کہ آیت
وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ پر یہی صورت چسپاں ہوتی ہے کیونکہ یہاں مابعد
جملہ ہی ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں مولوی صاحب کو دھوکہ دینے کا
موقعہ نہ مل سکتا اور اگر مفرد والی صورت کا ذکر کرتے تو بھی ناظرین کا ذہن
اس طرف منتقل ہو جاتا کہ اس آیت میں تو مابعد مفرد نہیں بلکہ جملہ ہے
پھر مفرد والی صورت کا حکم اس میں کیسے جاری ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ
اس سے بھی مولوی صاحب کا فریب کھُل سکتا تھا اس لئے انہوں نے کمال
ہوشیاری سے ناواقف عوام کو اندھیرے میں رکھنے کے لئے ان دونو صورتوں کا
ذکر تک نہ کیا۔ دوسری خیانت یہ کی کہ تیسری صورت کا ذکر تو کیا مگر اَدھورا یعنی
چار مذاہب میں سے پہلے مذہب یونس کا اور تیسرے و چوتھے (ابن عصفور اور
ابن کیسان) کا نام تک نہیں لیا صرف ایک مذہب جو ابن مالک کا ہے اور دوسرے
نمبر پر ہے ذکر کر دیا اور وہ بھی اس طرز پر کہ گویا و لٰکن کے استعمال کی صرف
یہی صورت ہے اور اس میں یہی ایک مذہب ابن مالک ہی کا بتایا ہوا ہے
پھر اس نقلی خیانت کے بعد یہ دھوکہ دیا ہے کہ آیت و لٰکن شُبّہ لھم
میں باوجود اس کے کہ مابعد جملہ اور کلام ہے اس میں اس صورت کا حکم
جاری کر دیا جس میں مابعد مفرد ہوتا ہے اور پھر اس دھوکہ کے باوجود جب
دیکھا کہ آیت ہذا میں یہ حکم جاری کر کے بھی بات نہیں بنتی اور عبارت بالکل مہمل
رہ جاتی ہے تو اس میں اپنے پاس سے ایک لفظ اور داخل کر دیا یعنی مَنْ
اور اس تحریف کے بعد آیت یُوں لکھ ڈالی و لٰکن قَتَلُوا وَصَلَبُوا مَنْ
شُبِّہَ لَھُمْ ؎ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

قولہ:۔ وما قتلوہ وما صلبوہ کے معنے تین طریق سے ہو سکتے
ہیں اوّل اگر نفی قتل کو مفعول پر مقصور رکھیں تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔
"اور یہود نے مسیح علیہ السّلام کو قتل نہیں کیا اور نہ اسکو صلیب پر

چڑھایا، اس کے خلاف یہ ہوگا کہ کسی اور کو صلیب پر چڑھایا (اور یہی وجہ درست ہے) دوم..... سوم اگر نفی کو افعال مذکورہ پر مقصور کریں تو معنے یہ ہوں گے مسیح کو یہود نے قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے اس کے خلاف یہ ہوگا۔ کہ کسی اور طرح سے مرگیا اور یہ وجہ بھی باطل ہے۔ اڈیشن اوّل ص۲۷

اقول:۔ اوّلاً۔ آیت ماقتلوہ وماصلبوہ میں حصر و قصر کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ ثانیاً۔ ہرسہ وجوہ میں آپ نے صلب کے معنے سُولی پر مجرد چڑھانے کے کئے ہیں۔ جس کی تردید و تغلیط سابقاً ہوچکی ہے۔ ثالثاً کسی فعل کی نفی کو مقصور علی شیئ رکھنے کی صورت میں اس کے خلاف کا وقوع خارجی دلیل پر موقوف ہوتا ہے۔ محض ایک چیز کی نفی سے دوسری کا وقوع لازم نہیں آتا۔ پس اس بنا پر وجہ اوّل بھی درست ہوسکتی ہے کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہُوا۔ رہا یہ کہ کوئی اور مصلوب ضرور ہُوا تھا۔ اس کے لئے کوئی خارجی ثبوت چاہیئے۔ مثلاً وہ بتصریح مذکور ہو رابعاً۔ آپ کی وجہ اوّل کی تردید ان علمائے اسلام نے کی ہے۔ جو کسی بھی مقتول کے قائل نہیں۔ کما سیأتی خامساً:۔ نفی کو افعال مذکورہ پر مقصور کرنے کی صورت آپ نے اپنی مشہور ہوشیاری سے کام لیا ہے۔ ایک تو یہ فعل صلب کے معنے سُولی پر محض چڑھانے کے لکھ دئے دوسرے یہ کہ "اس کا خلاف" یہ ظاہر کیا کہ "کسی اور طرح مرگیا" حالانکہ فعل قتل و صلب کا خلاف یہ بھی ہوسکتا (اور اس جگہ یہی ہے) کہ کوئی اور بدنی تکالیف پہنچائی ہوں زخمی وغیرہ کردیا ہو۔ پس وجہ سوم یہ بن جائے گا۔ کہ مسیح کو نے مقتول و مصلوب نہیں کیا، اس کے خلاف یہ ہوگا اور مشابہ بالمصلوب کیا۔ اور یہ وجہ ہمارے عین موافق

خلاف ہے۔ (اس کی مزید بحث انشاءاللہ اپنے موقع پر آئے گی جہاں
آپ کے "قصر" اوھن من بیت العنکبوت کی قلعی کھول دی
جائے گی) والتوفیقُ مِنَ اللّٰہِ۔ (باقی)

خاکسار تاج الدین لائل پوری (مولوی فاضل)
قادیان دارالامان

مولانا صاحب موصوف کے بعض دیگر مضامین کی فہرست

---

(۱) اَلدَّجَالُ۔ (ریویو اُردو جلد ۲۵ نمبر ۲)

(۲) "پیشگوئیوں کے اصول" (ریویو اُردو جلد ۲۸ نمبر ۹)

(۳) رسالہ "مراق مرزا" کا جواب (ریویو اُردو جلد ۲۸ نمبر ۱۲)

(۴) اَلحجۃُ البیضاء فی المعراج والاسراء (" جلد ۲۹ نمبر ۱۲)

توضیحُ المقال فی التصویرِ والتمثال (" جلد ۳۰ نمبر ۳)

القولُ الحسن فی رُسُلِ الحسن (" جلد ۳۲ نمبر ۹)

البیانُ الوفی فی معنی التوفی (" جلد ۳۵ نمبر ۹ و ۱۰)

حقیقتِ استغفار و ذنب" (رسالہ "جامعہ احمدیہ" جلد ۱ نمبر ۱)

استقبالِ کعبہ" (" جلد ۱ نمبر ۲)

حدیث کسوف و خسوف پر بحث (الفضل جلد نمبر)

Digitized by Khilafat Library

Digitized by Khilafat Library

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں

ہمارا چاند قرآں ہے ہماری جان قرآں ہے
ہمارا دین قرآں ہے خدا کی شان قرآں ہے

محمد فخرِ عالم ہے حبیبِ ربِّ رحماں ہے
وہ سب دُنیا کا ہادی ہے ہر اک پر اسکا احساں ہے

نہ اُس جیسا ہوا پیدا نہ آئندہ کوئی ہوگا
وہ سب مخلوق میں خیر البشر ہے کامل انساں ہے

وہ ہر نیکی میں یکتا ہے ہر اک خوبی میں کامل ہے
نہ اُس کا کوئی ثانی ہے نہ اُس سا کوئی ذی شاں ہے

وہ بد قسمت ہے جو منکر ہے اُسکی شانِ ارفع کا
سراسر کافر و ملحد ہے اور وہ سخت ناداں ہے

وہ خوش قسمت ہے جو ایمان رکھتا ہے محمد پر
مبارک ہے مقدس ہے جو اُس پر دل سے قرباں ہے

محمد مصطفےٰؐ کی ہو سکے تعریف کب ممکن
وہ بیشک ایک انساں ہے مگر بے مثل انساں ہے

مثال اُسکی نہیں ملتی نظیر اُس کی نہیں ممکن
سراپا نور ہے وہ برتر از لعلِ بدخشاں ہے

کلامِ پاک جو نازل ہوا اُس پر وہ رحمت ہے
چمن ہے معرفت کا اور سچائی کا بُستاں ہے

مجسّم خیر و خوبی ہے سراپا نور و برکت ہے
وہ سب عیبوں سے خالی ہے سراسر پاک داماں ہے

جسے اُس ذاتِ قدسی سے ذرا بھی بغض و کینہ ہے
وہ کافر اور ملحد بدتر از فرعون و ہاماں ہے

عنایت کی نظر رکھ اے خدا محمود پر ہر دم
نہ اس کے پاس دولت ہے نہ اسکے پاس ساماں ہے

ہیچکس عنایت اللہ محمود
قادیان دارالامان